رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ
کی حیاتِ مبارکہ سے منتخب کردہ سو ۱۰۰ دلچسپ قصوں کا حسین مجموعہ

مؤلف
ابن سرور محمد اویس

حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ
کے سو ۱۰۰ قصے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی
حیاتِ مبارکہ سے منتخب کردہ ۱۰۰ دلچسپ قصوں کا حسین مجموعہ

مؤلف
ابن سرور محمد اویس
جامعہ اشرفیہ لاہور

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور- فون ۷۳۵۲۴۸۳

نام کتاب حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے سو قصے

مؤلف ابن سرور محمد اویس (جامعہ اشرفیہ لاہور)

باہتمام محمد ناظم اشرف

ناشر بیت العلوم۔۲۰ نابھہ روڈ، چوک پرانی انارکلی، لاہور
فون: ۷۳۵۲۴۸۳

﴿ملنے کے پتے﴾

بیت العلوم = ۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور

ادارہ اسلامیات = ۱۹۰ انارکلی، لاہور

ادارہ اسلامیات = موہن روڈ چوک اردو بازار، کراچی

دارالاشاعت = اردو بازار کراچی نمبر ۱

بیت القرآن = اردو بازار کراچی نمبر ۱

بیت الکتب = گلشن اقبال، کراچی

ادارۃ المعارف = ڈاک خانہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴

مکتبہ دارالعلوم = جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴

ادارۃ القرآن = اردو بازار کراچی

مکتبہ قرآن = بنوری ٹاؤن، کراچی

فہرست

کتاب کی ترتیب

حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کی مبارک زندگیوں سے اخذ کردہ واقعات پر مشتمل یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے، حصہ اوّل میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات زندگی اور انہی کی سیرت پر مشتمل قصے جمع کیے گئے، دوسرے حصہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مختصر احوالِ مبارکہ کے تذکرہ کے بعد ان کے منتخب واقعات کو ذکر کیا گیا اور تیسرے اور آخری حصہ میں ان واقعات کو جمع کیا گیا جو مشترکہ طور پر ان دونوں حضرات کی زندگی کا احاطہ کیے ہوئے ہیں اور ان قصوں میں ان دونوں مبارک ہستیوں کا ذکر پایا جاتا ہے۔

میں اس مقدمہ میں اپنے ان محسنین کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں جن کی راہنمائی، سرپرستی اور مشاورت اس کتاب کی ترتیب میں معاون رہی۔ ان میں سرفہرست میرے محترم استاذ مولانا ناظم اشرف صاحب دامت برکاتہم (مدیر بیت العلوم) ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اس عمل خیر کا بہترین بدلہ عطا فرمائے، صحابہ کرام کی مبارک زندگیوں کے متعلق بیت العلوم کا یہ ایک نیا اضافہ ہے اور خلفائے راشدین کے سو سو قصوں کے بعد اس سلسلہ کی ایک نئی کڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کام میں برکت عطا فرمائے اور اس سلسلہ کو مزید آگے بڑھانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

تقریظ

(حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی صاحب)

استاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ، لاہور

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ لشکرِ اسلام کے دو ایسے سپاہی ہیں جن پر تاریخ اسلام فخر کر سکتی ہے، ان حضرات کی سیرت طیبہ تمام مسلمانوں کے لیے مشعلِ راہ کا درجہ رکھتی ہے۔ آفتاب نبوت سے نور حاصل کرنے والے یہ نجوم ہدایت جنت کے نوجوانوں کے سردار اور اللہ اور رسول اللہ کے محبوب صحابی ہیں۔

ان حضرات کی زندگی کو مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا اور ان کے حالات سے امت کو آگاہ کرنا علمائے امت کی ذمہ داری ہے، علمائے حقّہ کی طرف سے اس ذمہ داری کو بخوبی نبھایا بھی جاتا رہا، اسی سلسلہ کی ایک کڑی ''حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے سو قصے'' بھی ہے جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس کتاب میں ہمارے طالب علم محمد اویس سلّمہٗ نے حضرات حسنینؓ کے واقعاتِ زندگی عمدہ اور دلچسپ انداز میں جمع کیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی کو قبول فرمائے اور انہیں اس میدان میں اور دین کے تمام شعبوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ناشر عزیزم مولوی ناظم اشرف سلّمہٗ کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے ادارہ ''بیت العلوم'' بھی ماضی کی طرح آئندہ بھی دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا کرے اور شرور وفتن اور نظر بد سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

(مولانا) عبدالرحمٰن اشرفی صاحب
استاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ، لاہور

مقدّمہ

(ان الحمد لله رب العالمين، نحمده و نستعينه و نستغفره، و نعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا، من يهده اللهُ فلا مضلّ لهٗ ومن يضلل فلا هادى لهٗ. واشهد ان لااله الا الله وحده لاشريک لهٗ، واشهد ان محمدًا عبده ورسوله. يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ يٰأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَ نِسَآءً وَاتَّقُوْا اللهَ الَّذِىْ تَسَآئَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا يٰآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا") (اس خطبہ کو "خطبہ حاجت" کہتے ہیں اور حضور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس بات کی تعلیم ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ وہ اپنے کلام کے شروع میں یہ خطبہ پڑھا کریں)

حمد وصلوۃ کے بعد!

دین اسلام کا بنیادی مقصد لوگوں کو سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی فراہم کرنا اور انہیں باطل کی گھٹاٹوپ تاریکیوں سے نکال کر حق کی دیدہ زیب روشنیوں میں لانا قرار دیا گیا ہے، اس کے نتیجہ میں انہیں دنیاوآخرت کی نعمتوں سے سرفراز کرنا، سعادتِ دائمی کا حامل بنانا اور ایک صالح اور یکتا معاشرہ کا قیام اسلامی نظریہ حیات ہے۔

اسی مقصد کی تکمیل کے لیے اللہ رب العزت اپنے آخری نبی سرکار دو عالم حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا، آپ کے مقصد بعثت کو واضح فرمایا اور ارشاد فرمایا:

"هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ" (سورۃ الجمعۃ:۲)

"وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمد ﷺ کو) پیغمبر

بنا کر بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور ان کو پاک
کرتے ہیں اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور اس سے
پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔''

لہٰذا ان لوگوں کو توحید و عبادتِ الٰہی کی طرف دعوت دینا، لوگوں کے نفوس کا تزکیہ و تربیت اور نفوس انسانی اور معاشرہ کو بگاڑنے والی ہر چیز کا قطع قمع کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصدِ رسالت قرار دیا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقصد کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کر دن رات ترویج اسلام کے لیے جدوجہد فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی لاثانی قربانیوں، مخلصانہ جدوجہد اور للّٰہیت کے جذبہ سے بھرپور محنت و دعوت کو قبول فرمایا اور ایک مبارک جماعت کو کھڑا کیا جو مقصدِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر حرکت میں آئی اور روئے زمین کے چپے چپے تک پیغامِ حق کو پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔ اس جماعتِ پیغمبر کے تربیت یافتہ افراد نے دین حنیف کی آبیاری کے لیے نفس و نفیس کو قربان کیا اور پرچمِ اسلام کو کفر کے قلعوں میں گاڑ کر ہی دم لیا۔

جونہی ایمان نے ان کے دلوں میں جگہ پکڑی یہ لوگ خدائے وحدہ لاشریک پر یقین محکم کی نعمت عالیہ سے سرفراز ہوتے چلے گئے اور قرآن کی زبانی ان کی عظمت کے زمرے گونجتے چلے گئے:

''وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّلَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ'' (التوبۃ:۱۰۰)

''جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے)
مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری
کے ساتھ ان کی پیروی کی، خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش

ہیں اوراس نے ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔''

ایک جگہ یوں عدالت وعظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اعلان ہوتا ہے:

وَلٰكِنَّ اللهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ'' (الحجرات:۷)

''لیکن اللہ نے تمہارے نزدیک ایمان کوایک محبوب چیز بنادیا اوراس کوتمہارے دلوں میں سجادیا اور کفراور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کردیا، یہی لوگ راہِ ہدایت پر ہیں۔''

یہ ارشادِ ربانی بھی ملاحظہ ہو:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللهِ وَ رِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ'' (الفتح:۲۹)

''محمد خدا کے پیغمبر ہیں، اور جولوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (خدا کے آگے) جھکے ہوئے سربسجود ہیں اور خدا کا فضل اوراس کی خوشنودی طلب کررہے ہیں، (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں، ان کے یہی اوصاف تورات میں (مرقوم) ہیں اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں۔''

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
ہو رزمِ حق و باطل تو فولاد ہے مومن

ہر مسلمان کے لیے اسوۂ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو اپنانا اور ان کے نشانِ قدم کی پیروی کرنا لازم قرار دیا گیا، ہم پر لازم ہے کہ ہم حکمتِ صدیق اکبر، پختگی فاروق، حیاء عثمان، علمِ علی، نرمی حسن، مضبوطی حسین، شجاعت حمزہ، تقویٰ معاذ، یقین عباس، پرہیزگاری ابن مسعود، توکل ابو ہریرہ، اخلاص جعفر، حبّ ابن عباس، عبادت ابن عمر، تواضع انس، صدق حذیفہ، صبرِ زید، حلم و بردباری ابی ذر، غیرتِ ابی، خوف ابی الدرداء اور تمام صحابہ کی ہر خوبی کو اپنی زندگیوں میں زندہ کریں۔

اتباع صحابہ رضی اللہ عنہ کو اپنانے کے لیے مسلمان کو جن اسباب کی ضرورت ہے ان میں سب سے زیادہ اہمیت کی حامل چیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت و حالات کا مطالعہ ہے۔ یہ مطالعہ ہمیں ایسے خلفاء، علماء، قضاۃ، حکماء اور بہادر لوگوں کے تذکرہ اور حالات سے روشناس کراتا ہے جن کے دل نورِ ایمانی سے روشن، جن کی جبینیں سجودِ عاشقانہ سے مزین، جن کے دل محبت رسول سے سرشار، جن کی زبانیں ذکر الٰہی سے سجی ہوئیں اور جن کے اعضاء و جوارح اطاعت الٰہی میں مصروف دکھائی دیتے ہیں۔ یہ لوگ اسلام کی روشنی کا مینار اور حق کی پیروی کرنے والے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جن دو روشن ستاروں کا انتخاب کیا گیا ہے وہ عظیم صاحبزادے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما ہیں۔ حضور ﷺ کی محبت وشفقت اور تربیت وعنایت کا جو حصہ ان دونوں حضرات کو حاصل ہوا وہ کسی اور کے دامن نصیب میں نہ آسکا۔ خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور خلیفہ رابع حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہ دونوں فرزند نوجوانانِ جنت کے سردار قرار پائے، حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"الحسن والحسین سیّد اشباب اھل الجنۃ" (رواہ الترمذی کذا فی المشکوۃ، ص: ۵۷۰)

"حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔"

زبانِ رسالت سے ان دونوں حضرات کے لیے بارگاہِ الٰہی میں کی جانے والی یہ فریاد بھی ملاحظہ ہو:

''ھذانِ ابنای و ابنا ابنتی اللھم انی احبھما فاحبھما واحب من یحبھما'' (رواہ الترمذی:۳۷۰۲)

''یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور ان سے محبت کرنے والوں سے بھی محبت فرما۔''

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مَنْ اَحَبّنی فلیحب ھذین'' (رواہ الترمذی:۳۶۶۲)

''جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے چاہیے کہ ان دونوں سے بھی محبت کرے۔''

اظہارِ الفت ومحبت کا یہ انداز بھی کیا خوب ہے:

''الحسن و الحسین ریحانتای من الدنیا'' (رواہ الترمذی:۳۷۰۳)

''حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔''

حضور اقدس ﷺ نے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما سے محبت کرنے والے کو اپنا محبّ اور ان سے دشمنی رکھنے والے کو اپنا دشمن قرار دیا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

''مَنْ احب الحسن و الحسین فقد احبّنی و من ابغضھما فقد ابغضی'' (ابن ماجہ:۱۴۳)

''جس نے حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔''

حضور ﷺ کے مرض الوفات میں ایک دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا:

''یا رسول اللہ! یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں انہیں کسی چیز کا وارث بنا دیجیے۔''

یہ عرض سن کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ما حسن فله مصيبتي وسؤدي واما حسين فله جرائتي وجودي"

"حسن کے لیے میری ہیبت و سرداری ہے اور حسین کے لیے میری بہادری اور سخاوت ہے۔" (الامام الحسین، ص:۵۱، بحوالہ طبرانی)

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضانِ نظر ہی تھا کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما نے دینِ حق کی سربلندی اور رضائے الٰہی کے لیے وہ نمونے پیش کیے کہ دنیا ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، یقیناً دامنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہونے والا قطرہ گوہر بن ہی جاتا ہے۔

قدم بوسی کی اجازت مل گئی تھی چند ذرّوں کو
ابھی تک وہ چمکتے ہیں ستاروں کی جبیں ہو کر

ان حضرات کی حیاتِ مبارکہ ایسے بے شمار واقعات پر مشتمل ہے جو انسانوں کو انفرادی اور اجتماعی زندگی میں مکمل ضابطہ حیات فراہم کرتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے نواسوں کے ساتھ محبت والفت کا برتاؤ اور ان کی تعلیم و تربیت فرمانا والدین کے لیے ایک اسوۂ حسنہ ہے، انہی واقعات میں سے منتخب کر کے کچھ قصوں کو دلچسپ انداز میں اس کتاب میں پیش کیا گیا، ان بکھرے موتیوں کو سمیٹنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر شخص اپنی زندگی کے ہر شعبہ اور حالت میں ان حضرات کی عملی زندگی کو نصب العین بنا سکے اور آسانی کے ساتھ ان سے استفادہ کر سکے۔

بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

ابن سرور محمد اویس

۲۲ نومبر ۲۰۰۵ء

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ

﴿مختصر حالات زندگی﴾

پیدائش، نام ونسب:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ ۱۵ ارمضان ۳ھ ہجری بمطابق ۶۲۵ عیسوی کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولین اولاد ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام ''حسن'' رکھا اور پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ فرمایا، سر کا حلق کیا اور ان کے بالوں کی مقدار کے برابر چاندی صدقہ فرمائی۔ (تہذیب الاسماء، ص:۱۶۲)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام تک درج ذیل ہے:

''حسن بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معدّ بن عدنان بن اد بن ہمیسع بن سلامان بن عوص بن بوز بن قموال بن ابی بن عوام بن ناشد بن حزا بن عداس بن یدلاق بن طانج بن جاحم بن ناخش بن ماخی بن عیض بن عبقر بن عبید بن الدعا بن حمدان بن سنبر بن یثربی بن یحزن بن یلحن بن ارعوی بن عیض بن دیشان بن عیصر بن افناد بن ایہام بن مقصر بن ناحث بن زارح بن سمی بن مزی بن عوضہ بن عرام بن قیدار بن اسماعیل الذبیح بن ابراہیم الخلیل علیہما السلام''۔ (سیرۃ ابن ہشام کذا فی الامام الحسین، ص:۱۹)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنی سیرت وصورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ مشابہ تھے۔

مقام ومرتبہ:

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے لاڈلے نواسے اور خلیفہ رابع حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جانشین اور خلف رشید تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بچپن کا بیشتر حصہ صحبت نبوی ﷺ میں گزرا۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے اپنی نانا اور والد کی صفات حمیدہ اور خصائل جمیلہ کا بیشتر حصہ حاصل کیا اور زبان کی فصاحت، دل کی قوت، حلم و بردباری، سیرت و کردار، عفوو درگذر اور جود وسخا جیسی عظیم خوبیوں اور اعلیٰ اوصافِ انسانی کے وارث ثابت ہوئے۔ آپ نے قرآن مجید اور تفسیر کا علم حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے کبار صحابہ سے حاصل کیا اور روایاتِ حدیث کو بھی نقل فرمایا۔

خلافت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر فائز ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کے انتخاب کا فیصلہ جمہور مسلمانوں پر چھوڑ دیا لیکن اوصاف و کمالات کے لحاظ سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت امیر المؤمنین کے خلف الصدق تھے اس لیے وابستگان دامن مرتضوی کی نظر کسی اور جانب نہ اُٹھ سکتی تھی، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھایا، قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بعد تمام اہلِ عراق نے بیعت کی اور رمضان ۴۰ھ ہجری میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ (تاریخ اسلام، ج:۱،ص:۳۷۷ بحوالۂ تاریخ الطبری، ج:۷،ص:۲)

خلیفہ بننے کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جو سب سے پہلا خطبہ دیا اس کے الفاظ یہ ہیں:

''لوگو! کل تم سے ایک ایسا شخص بچھڑا ہے کہ نہ اگلے اس سے بڑھ سکے نہ پچھلے اس کو پاسکیں گے۔ رسول اللہ ﷺ لڑائیوں میں اُنہیں اپنا

جھنڈا عطا فرما کر بھیجتے تھے، وہ کسی جنگ سے ناکام ہو کر نہ لوٹے، میکائیل و جبرائیل جنگ میں ان کے ساتھ ہوتے تھے، انہوں نے سات سو درہم کے علاوہ سونے چاندی کا ایک ذرّہ بھی نہیں چھوڑا، یہ درہم بھی ان کی تنخواہ میں سے بچ گئے جو انہوں نے ایک غلام خریدنے کے لیے جمع کیے تھے۔" (ابن سعد، ج:۳، ترجمہ علی رضی اللہ عنہ)

آپ کی مدت خلافت چھ مہینے سے لے کر سات مہینہ تک ہے، آپ کی تخت نشینی کا زمانہ تو رمضان ۴۰ھ ہجری متعین ہے لیکن خلافت سے دستبرداری کے زمانہ میں اختلاف ہے، صحیح قول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ربیع الاوّل ۴۱ھ ہجری میں دستبردار ہوئے۔

وفات:

دستبرداری کے نو سال بعد ۵۰ھ ہجری میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا، آپ کی وفات زہر سے ہوئی تھی، زہر اتنا سخت تھا کہ زہر کھلائے جانے کے فوراً بعد ہی صاحب فراش اور زندگی سے مایوس ہو گئے، زہر کھانے کے تیسرے دن باختلاف روایت ۵۰ھ ہجری یا ۴۹ھ ہجری میں انتقال فرمایا۔ (استیعاب، ج:۱، ص:۱۴۵)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ اپنے اخلاق عظیمہ اور اوصاف حمیدہ کی وجہ سے عام و خاص میں اتنا مقبول تھے کہ آپ کی وفات پر سارے مدینہ میں صف ماتم بچھ گئی، بازار بند ہو گئے، گلیوں میں سناٹا چھا گیا اور بنو ہاشم کی عورتوں نے ایک مہینہ تک سوگ منایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں فریاد کرتے اور پکار پکار کر کہتے تھے کہ "لوگو! آج خوب رو لو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب دنیا سے اُٹھ گیا"۔ (تہذیب التہذیب، ج:۲، ص:۳۰۱)

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں اتنا ہجوم تھا کہ اس کی مثال نہ ملتی تھی، یہ

حال تھا کہ اگر سوئی پھینکی جائے تو اژدھام کی کثرت سے زمین پر نہ گر سکتی تھی۔ (تاریخ اسلام، ج:۱،ص:۳۴۵، بحوالہ تہذیب الکمال،ص:۸۹)

تھی گرمیءِ بازارِ محبت مرے دم سے
دنیا نے مجھے کھو کے بہت ہاتھ ملے ہیں

اولادِ حسن رضی اللہ عنہ:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے نکاح میں بہت سی عورتیں آئیں اور آپ کے گیارہ بیٹے تھے جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ زید ۲۔ حسن (ان کی والدہ خولہ بنت منصور فزاریہ ہیں)
۳۔ قاسم ۴۔ ابوبکر
۵۔ عبداللہ

مذکورہ پانچوں صاحبزادے اپنے چچا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے۔

۶۔ عمرو بن حسین ۷۔ عبدالرحمٰن
۸۔ حسین (ان کا لقب ''اشرم'' ہے)
۹۔ محمد ۱۰۔ یعقوب
۱۱۔ اسماعیل (الحسن رضی اللہ عنہ والحسین رضی اللہ عنہ، ص:۲۴)

قصہ ۱ ﴿پیدائشِ حسن رضی اللہ عنہ﴾

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ ۱۵ رمضان المبارک ۳ھ ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام ''حسن'' رکھا اور ساتویں دن آپ کا عقیقہ فرمایا اور ایک بکری ذبح کی پھر آپ کے سر کا حلق فرمایا اور بالوں کے وزن کے بقدر چاندی صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ (تہذیب الاسماء، ص: ۱۶۲، الحسن والحسین، ص: ۱۷)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی پیدائش سے قبل ام الفضل رضی اللہ عنہا نے ایک خواب دیکھا جس میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی پیدائش کی خوشخبری دی گئی۔ خواب دیکھنے کے بعد حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ''یا رسول اللہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے جسم کا ایک ٹکڑا میرے گھر میں موجود ہے'' یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ''تو نے ایک اچھا خواب دیکھا ہے، فاطمہ (رضی اللہ عنہا) ایک لڑکے کو جنم دے گی اور آپ اس بچہ کو قثم کے حصہ کا دودھ پلائیں گی''۔ لہٰذا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی اور ام الفضل رضی اللہ عنہا نے انہیں اپنے بیٹے قثم کے حصہ کا دودھ پلایا''۔ (اخرجہ ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۹۱۳)

قصہ ۲ ﴿یہ تو حَسَن ہے﴾

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) کی پیدائش ہوئی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا، ''مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟'' میں نے عرض کیا:

''میں نے اس کا نام حرب رکھا ہے''۔

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''بلکہ یہ تو حسن ہے''۔

جب حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) پیدا ہوئے تو ہم نے ان کا نام ''حرب'' رکھا۔ حضور

ﷺ نے فرمایا "بلکہ یہ تو حسین ہے"۔

جب تیسرا بیٹا پیدا ہوا تو حضور ﷺ پھر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا "مجھے میرا بیٹا دکھاؤ" تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے کہا، "میں نے اس کا نام "حرب" رکھا ہے"۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ "محسن" ہے، پھر فرمایا، "میں نے ان تینوں کا نام حضرت ہارون علیہ السلام کے بیٹوں شبر، شبیر اور مشبر کے مطابق رکھا ہے"۔ (رواہ احمد، رقم الحدیث: ۷۴۰)

حضرت محسن رضی اللہ عنہ کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔

ابو احمد عسکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "حضور اقدس ﷺ نے ان کا نام "حسن" رکھا اور کنیت "ابو محمد" تجویز فرمائی، یہ نام زمانہ جاہلیت میں بالکل معروف نہ تھا"۔

(تہذیب الاسماء، ص: ۱۶۲، الحسن والحسین، ص: ۱۷)

قصہ ۳ ﴿اے نبی کے گھر والو!﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ سرکارِ دو عالم ﷺ سیاہ بالوں کی بنی ہوئی ایک چادر زیب تن فرما کر باہر تشریف لائے۔ اس دوران حضرت حسن رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے انہیں اپنی چادر میں داخل کر لیا، پھر ارشاد فرمایا:

"اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا" (الاحزاب: ۳۳)

"اے نبی کے گھر والو! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی کو دور کر دے اور تمہیں اچھی طرح پاک کر دے"۔ (رواہ احمد: ۶۳۷۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "چھ ماہ تک حضور اقدس ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے پاس سے گزرا کرتے تھے، جب بھی آپ نماز کے لیے تشریف لے جاتے تو فرماتے، "اے نبی کے گھر والو! نماز پڑھ لو"۔

"اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ

وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا " (الاحزاب: ۳۳)

" اے نبی کے گھر والو! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی کو دور کر دے اور تمہیں اچھی طرح پاک کر دے "۔ (رواہ احمد: ۱۶۳۷۱)

آیت میں اہلِ بیت سے کیا مراد ہے؟

مذکورہ آیت میں اہلِ بیت سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس بارے میں مفسرین کا اختلاف پایا جاتا ہے، اس موقع پر حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سیر حاصل بحث فرمائی ہے جو درج ذیل ہے:

" یہاں اہلِ بیت میں ازواجِ مطہرات کے ساتھ ان کی اولاد و آباء بھی داخل ہیں، اس لیے بصیغہء مذکر فرمایا، عَنۡكُمۡ، وَيُطَهِّرَكُمۡ اور بعض ائمہ تفسیر نے اہل بیت سے مراد صرف ازواجِ مطہرات کو قرار دیا ہے، حضرت عکرمہ و مقاتل نے یہی فرمایا ہے اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے آیت میں اہلِ بیت سے مراد ازواجِ مطہرات کو قرار دیا اور استدلال میں اگلی آیت پیش فرمائی، " وَاذۡكُرۡنَ مَا يُتۡلٰى فِىۡ بُيُوۡتِكُنَّ (رواہ ابن ابی حاتم و ابن جریر) اور سابقہ آیت میں نساء النبی کے الفاظ سے خطاب بھی اس کا قرینہ ہے، حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ تو بازار میں منادی کرتے تھے کہ آیت میں اہلِ بیت سے مراد ازواج مطہرات ہیں کیونکہ یہ آیت انہی کی شان میں نازل ہوئی ہے اور فرماتے تھے کہ میں اس پر مباہلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔

لیکن متعدد روایاتِ حدیث جن کو ابن کثیرؒ نے اس جگہ نقل کیا ہے اس پر شاہد ہیں کہ اہلِ بیت میں حضرت فاطمہؓ اور علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ جیسے صحیح مسلم کی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے گئے اور اس وقت آپ ایک سیاہ رومی چادر اوڑھے ہوئے تھے، حسن بن علی رضی اللہ عنہ آ گئے تو ان کو اس چادر میں لے لیا، پھر حسین رضی اللہ عنہ آ گئے ان کو بھی اسی طرح

چادر کے اندر فرمالیا، اس کے بعد حضرت فاطمہؓ پھر علی مرتضی رضی اللہ عنہ آ گئے، ان کو بھی چادر میں داخل فرمالیا، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ''اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا '' اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ آیت پڑھنے کے بعد فرمایا: ''اَللّٰھُمَّ ھٰؤلَآءِ اَھْلُ بَیْتِیْ '' (رواہ ابن جریر) ابن کثیرؒ نے اس مضمون کی متعدد احادیث معتبرہ نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ درحقیقت ان دونوں اقوال میں جو ائمہ تفسیر سے منقول ہیں کوئی تضاد نہیں، جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت ازواجِ مطہرات کی شان میں نازل ہوئی اور اہلِ بیت سے وہ مراد ہیں، یہ اس کے منافی نہیں کہ دوسرے حضرات بھی اہلِ بیت میں شامل ہوں اس لیے صحیح یہی ہے کہ لفظ اہلِ بیت میں ازواج مطہرات بھی داخل ہیں کیونکہ شان نزول اس آیت کا وہی ہیں اور شان نزول کا مصداق آیت میں داخل ہونا کسی شبہ کا متحمل نہیں، اور حضرت فاطمہ و علی و حسن و حسین رضی اللہ عنہم بھی ارشاد نبوی علیہ السلام کے مطابق اہلِ بیت میں شامل ہیں اور اس آیت سے پہلے اور بعد میں دونوں جگہ نساء النبی کے عنوان سے خطاب اور ان کے لیے صیغے مونث کے استعمال فرمائے گئے ہیں۔ سابقہ آیات میں ''فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ '' سے آخر تک سب صیغے مونث کے استعمال ہوئے اور آگے پھر ''وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی ''میں بصیغہء تانیث خطاب ہوا ہے، اس درمیانی آیات کے سیاق وسباق سے کاٹ کر بصیغہء مذکر ''عَنْکُمْ'' اور ''یُطَھِّرَکُمْ'' فرمانا بھی اس پر شاہد ہے کہ اس میں صرف ازواج ہی نہیں کچھ رجال (مرد) بھی داخل ہیں''۔ (معارف القرآن، ج:۷،ص:۱۳۹۔۱۴۰)

آیت میں ''تطہیر'' سے کیا مراد ہے؟

مذکورہ آیت میں ''تطہیر اہل بیت'' سے کیا مراد ہے، اس بارے میں مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اس سے مراد یہ ہے کہ ان ہدایات کے ذریعہ اغواءِ شیطانی اور

معاصی اور قبائح سے حق تعالیٰ اہل بیت کو محفوظ رکھے گا اور پاک کر دے گا، خلاصہ یہ ہے کہ تطہیر تشریعی مراد ہے تکوینی تطہیر مراد نہیں جو خاصہ انبیاء ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ سب معصوم ہوں اور ان سے انبیاء علیہم السلام کی طرح کوئی گناہ سرزد ہونا ممکن نہ ہو جو تکوینی تطہیر کا خاصہ ہے۔ اہل تشیع نے اس آیت میں جمہور امت سے اختلاف کر کے اوّل تو اہل بیت کا لفظ صرف اولاد و عصبات رسول کے ساتھ مخصوص ہونے اور ازواج مطہرات کے ان سے خارج ہونے کا دعویٰ کیا، دوسرے آیت مذکورہ میں تطہیر سے مراد ان کی عصمت قرار دے کر اہل بیت کو انبیاء کی طرح معصوم کیا۔ اس کے جواب اور مسئلہ کی مفصل بحث احقر نے احکام القرآن سورۂ احزاب میں لکھی ہے، اس میں عصمت کی تعریف اور اس کا انبیاء اور ملائکہ کے ساتھ مخصوص ہونا اور ان کے علاوہ کسی کا معصوم نہ ہونا دلائل شرعیہ سے واضح کر دیا ہے۔'' (معارف القرآن، ج:۷، ص:۱۳۹۔۱۴۰)

قصہ۴ ﴿نماز میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حالت﴾

حضرت حسن رضی اللہ عنہ جب وضو فرماتے تو چہرہ کا رنگ مُتغیّر ہو جاتا تھا، ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے ارشاد فرمایا، ''ایک بڑے جبار بادشاہ کے حضور میں کھڑے ہونے کا وقت آ گیا ہے'' پھر وضو کر کے مسجد میں تشریف لے جاتے تو مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر یہ دعا پڑھتے:

''اِلٰھِی عَبْدُکَ بِبَابِکَ یَا مُحْسِنُ قَدْ اَتَاکَ الْمُسِیُٔ وَقَدْ اَمَرْتَ الْمُحْسِنَ مِنَّا اَنْ یَّتَجَاوَزَ عَنِ الْمُسِیِٔ فَاَنْتَ الْمُحْسِنُ وَاَنَا الْمُسِیُٔ فَتَجَاوَزْ عَنْ قَبِیْحِ مَا عِنْدِیْ

بِجَمِيْلِ مَاعِنْدَكَ يَا كَرِيْمُ"

"یا اللہ تیرا بندہ تیرے دروازہ پر حاضر ہے، اے احسان کرنے والے اور بھلائی کا برتاؤ کرنے والے یہ بداعمال تیرے پاس حاضر ہے، تو نے ہم لوگوں کو یہ حکم فرمایا ہے کہ اچھے لوگ بروں سے درگذر کریں، تو اچھائی والا ہے اور میں بدکار ہوں، اے کریم میرے برائیوں سے ان خوبیوں کی بدولت جن کا تو مالک ہے درگذر فرما۔"

حضرت حسن رضی اللہ عنہ یہ کلمات طیبات ارشاد فرماتے اور پھر مسجد میں داخل ہوتے۔

(فضائلِ اعمال، ص: ۳۷۸)

ہم لوگ خطا کار گنہگار بہت ہیں
یعنی تیری رحمت کے سزا وار بہت ہیں

قصہ ۵ ﴿حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا بچپن میں علمی مشغلہ﴾

ایک مرتبہ ابوالحوراء رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ "کیا آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات یاد ہے" انہوں نے فرمایا، "ہاں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جارہا تھا کہ راستہ میں صدقہ کی کھجوروں کا ایک ڈھیر لگ رہا تھا، میں نے اس میں سے ایک کھجور اُٹھا کر منہ میں رکھ لی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کخ کخ (ہاہا) فرمایا اور میرے منہ سے نکال دی اور یہ ارشاد فرمایا کہ ہم صدقہ کا مال نہیں کھاتے اور میں نے پانچوں نمازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی ہیں۔" (اخرجہ الترمذی (۳۷۰۲)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے وتر میں پڑھنے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا بتائی تھی:

"اَللّٰهُمَّ اهْدِنِىْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِىْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِىْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِىْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنِىْ شَرَّ

مَاقَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ اِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَاوَ تَعَالَیْتَ."

"اے اللہ تو مجھے ہدایت فرما منجملہ ان کے جن کو تو نے ہدایت عطا فرمائی اور مجھے عافیت عطا فرما ان لوگوں کے ذیل میں جن کو تو نے عافیت عطا فرمائی اور تو میرے کاموں کا متولی بن جا' جہاں اور بہت سے لوگوں کا متولی ہے اور جو کچھ تو نے مجھے عطا فرمایا ہے اس میں برکت عطا فرما اور جو کچھ تو نے مقدر فرمایا ہے اس کی برائی سے مجھے بچا، تُو تو جو چاہے طے فرما سکتا ہے، تیرے خلاف کوئی شخص کچھ بھی فیصلہ نہیں کرسکتا اور جس کا تو والی ہے وہ کبھی ذلیل نہیں ہوسکتا، تیری ذات بابرکت ہے اور سب سے بلند ہے۔" (اخرجہ الترمذی (۴۶۴))

امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ "جو شخص صبح کی نماز کے بعد سے طلوع آفتاب تک اسی جگہ بیٹھا رہے وہ جہنم کی آگ سے نجات پائے گا۔"

قصہ ۶ ﴿حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی سخاوت﴾

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اپنی ضرورت پیش کر کے کچھ سوال کیا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا، "تیرے سوال کی وجہ سے جو مجھ پر حق قائم ہو گیا ہے وہ میری نگاہ میں بہت اونچا ہے اور تیری جو مدد مجھے کرنا چاہئے وہ میرے نزدیک بہت زیادہ مقدار ہے اور میری مالی حالت اس مقدار کے پیش کرنے سے عاجز ہے جو تیری شان کے مناسب ہو اور اللہ کے راستہ میں تو آدمی جتنا بھی زیادہ سے زیادہ خرچ کر لے وہ کم ہی ہے، لیکن میں کیا کروں کہ میرے پاس اتنی مقدار نہیں ہے جو تیرے سوال کے شکر کے مناسب ہو، اگر تو اس کے لئے تیار ہو کہ جو میرے پاس موجود ہے اس کو خوشی سے قبول کر لے اور مجھے اس پر مجبور نہ کرے کہ میں اس مقدار کو کہیں سے حاصل کروں جو تیرے مرتبہ

کے مناسب ہو اور تیرا جو حق مجھ پر واجب ہو گیا ہے اس کو پورا کر سکے تو میں بخوشی حاضر ہوں'' اس سائل نے عرض کیا، ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے، جو کچھ آپ دیں گے میں اسی کو قبول کرلوں گا اور اس پر شکر گزار ہوں گا اور اس سے زیادہ نہ کرنے میں آپ کو معذور سمجھوں گا'' لہٰذا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے خزانچی سے فرمایا کہ ''ان تین لاکھ درہموں میں سے (جو تمہارے پاس رکھوائے تھے) جو باقی ہوں وہ لے آؤ۔'' خزانچی پچاس ہزار درہم لے آئے (کہ اس کے علاوہ سب خرچ کر چکے تھے) حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''پانچ سو دینار بھی تو کہیں تھے؟'' خزانچی نے عرض کیا ''وہ بھی موجود ہیں'' آپ نے ان کے لانے کا حکم دیا، جب یہ سب کچھ آ گیا تو اس سائل سے فرمایا کہ کوئی مزدور لے آؤ جو ان کو تمہارے گھر تک پہنچا دے، لہٰذا وہ دو مزدور لے کر آئے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ ان کے حوالہ کر دیا اور اپنے بدن مبارک سے چادر اتار کر مرحمت فرمائی کہ ''ان مزدوروں کی اجرت بھی میرے ذمہ ہی ہے لہٰذا یہ چادر فروخت کر کے ان کی مزدوری دے دینا۔'' یہ سارا ماجرا دیکھ کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے غلاموں نے عرض کیا کہ اب تو ہمارے پاس کھانے کے لئے ایک درہم بھی باقی نہیں رہا، آپ نے تو سب کا سب ہی دے دیا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''مجھے اللہ جل شانہ کی ذات سے اس کی قوی اُمید ہے کہ وہ اپنے فضل سے مجھے اس کا بہت زیادہ ثواب عطا فرمائے گا''۔ (فضائل صدقات، ص: ۶۹۸ بحوالہ احیاء)

لائیں کہاں سے ڈھونڈ کر ہم تجھ سا دوسرا
یہ کیوں نہ ہو کہ تجھ کو تیرے روبرو کریں

قصہ ۷ ﴿مسلمان کی خدمت کا جذبہ﴾

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ حاجت مندوں کی ضرورت پوری کرنے کو نفل عبادت پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ مسجد میں اعتکاف فرما رہے تھے کہ ایک حاجت مند حاضر خدمت ہوا اور اس نے آپ سے اپنی

ضرورت پوری کرنے کی درخواست کی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بے چین ہو کر اعتکاف کے دائرے سے باہر تشریف لے آئے اور اس کی ضرورت کو پورا کرنے کے بعد فرمایا:

"کسی مسلمان بھائی کی حاجت کو پورا کرنا میرے نزدیک ایک مہینہ کے اعتکاف سے بہتر ہے"۔

(تاریخ اسلام، ج:۱،ص:۳۵۰ بحوالۂ ابن عساکر ج:۴،ص:۲۱۴)

قصہ ۸ ﴿حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی فیاضی و سیر چشمی﴾

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی فیاضی و سیر چشمی کا یہ عالم تھا کہ دوست و دشمن دونوں آپ کی فیاضی سے یکساں فیض یاب اور مستفید ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک دشمن کے پاس سامانِ سفر اور سواری نہ تھی، اس نے مدینہ کے لوگوں سے سوال کیا تو لوگوں نے اسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا پتہ بتایا، لہٰذا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ نے دونوں چیزوں کا انتظام کر دیا۔ اس پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپ اپنے اور اپنے والد کے دشمن کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں؟ فرمایا، "کیا ان سے اپنی آبرو نہ بچاؤں"۔

اس قبیل کے بہت سے واقعات تاریخوں میں ہیں۔

(تاریخ اسلام، ج:۱،ص:۳۴۹ بحوالۂ ابن عساکر، ج:۴،ص:۲۱۴)

قصہ ۹ ﴿معمولاتِ حسن رضی اللہ عنہ﴾

ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حالات دریافت کیے، اس نے آپ کے یہ معمولات بتائے:

"فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک مصلیٰ پر رہتے ہیں، پھر ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے ہیں اور آنے جانے والوں سے ملتے ہیں، دن چڑھنے کے بعد چاشت پڑھ کر امہات المومنین کے سلام کو جاتے ہیں اور گھر

سے ہو کر پھر مسجد میں آجاتے ہیں''۔

((تاریخ اسلام، ج:۱،ص:۳۴۹،بحوالۂ ابن عساکر ج:۴،ص:۱۵۸)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے سواریوں کے ہوتے ہوئے بہت سے حج پیدل کیے، فرماتے تھے کہ ''مجھے اللہ تعالیٰ سے حجاب معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ملوں اور اس کے گھر پیدل نہ گیا ہوں''۔ (تہذیب الاسماء، ج:۱،ص:۱۵۸)

قصہ ۱۰ ﴿حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی تقریر دلپذیر﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں اپنے صاحبزادہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بڑی عزت تھی اور آپ ان پر انتہائی شفقت فرماتے تھے اور ان سے احترام وتوقیر اور محبت کا معاملہ فرماتے۔ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم تقریر کرو اور میں سنتا ہوں'' حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ''مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ میں آپ کے سامنے زبان کھولوں'' ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایسی جگہ جا کر بیٹھ گئے جہاں سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو نظر نہ آسکیں، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے تقریر کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ سنتے رہے، جب وہ اپنی تقریر ختم کر کے چلے گئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

''ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ'' (آل عمران:۳۴)

''یہ ایک ہی نسل تو ہے، جس میں ایک دوسرے کا فرزند ہے''۔

(البدایۃ والنھایۃ، ج:۸،ص:۳۷)

قصہ ۱۱ ﴿مبارک بچہ﴾

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر تشریف فرما دیکھا، آپ کے ساتھ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار حاضرین کی طرف متوجہ ہوتے اور ایک بار حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف، اور فرماتے:

''میرا یہ بچہ سردار ہے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے

مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرادے گا“۔

(الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الفتن)

قصہ ۱۲ ﴿حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے محبت﴾

حضرت نعیم رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ”میں جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہوں تو میری آنکھوں میں (محبت کی وجہ سے) آنسو آجاتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ یہ دوڑتے ہوئے آئے اور حضور ﷺ کی گود میں بیٹھ گئے (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے اپنی داڑھی پکڑ کر دکھایا کہ یہ) اس طرح ریش مبارک ہاتھ سے پکڑنے لگے اور رسول اللہ ﷺ اپنا دہن مبارک کھول کر ان کے منہ میں ڈالنے لگے اور فرماتے جارہے تھے:

”اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ“

”اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما“

یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمائی۔ (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ج:۱،ص:۳۵)

قصہ ۱۳ ﴿سوار بھی بہترین ہے!﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اپنے دوش مبارک پہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو لیے ہوئے جارہے تھے، ایک شخص نے دیکھا تو کہا:

نِعْمَ المرکب رَکبت یا غلام“

”صاحبزادے بڑی اچھی سواری پر بیٹھے ہو“۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”وَنِعْمَ الراکب ھو“

”اور سوار بھی بہترین ہے“ (المرتضی، ص:۳۴۷، بحوالہ الجوہرۃ فی نسب النبی واصحابہ العشرۃ، ج:۲،ص:۲۰۱)

قصہ ۱۴ ﴿پسند آئی انہیں اک ادائے عاشقانہ﴾

ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں چہار دیواری سے گھرے ہوئے ایک باغ کے پاس سے گزر رہے تھے کہ ایک نوعمر حبشی غلام کو دیکھا جو بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک روٹی تھی، اس کے سامنے ایک کتا بیٹھا ہوا تھا، وہ لڑکا ایک لقمہ خود کھاتا اور ایک لقمہ اس کتے کو کھلاتا، اس طرح پوری روٹی تقسیم کر کے آدھی اس کو کھلا دی، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پوچھا، ''تم نے اپنی روٹی میں آدھے کا شریک کتے کو کیوں بنالیا اور خود زیادہ حصہ نہیں لیا؟'' اس لڑکے نے عرض کیا، ''میری آنکھیں اس کتے کی آنکھیں دیکھ کر شرم محسوس کرتی ہیں کہ میں زیادہ کھا جاؤں'' حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پوچھا، ''تم کس کے غلام ہو؟''

''میں ابان بن عثمان کا غلام ہوں'' لڑکے نے جواب دیا۔

''یہ احاطہ کس کا ہے؟'' حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے استفسار فرمایا:

''ابان کا'' لڑکے نے عرض کیا۔

''میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ جب تک میں واپس نہ آ جاؤں تم یہیں بیٹھے رہنا''۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے یہ حکم فرمایا اور غلام اور باغ کے مالک کے پاس جا کر دونوں کو خرید لیا، پھر اس غلام کے پاس واپس آئے اور فرمایا، ''میں نے تمہیں خرید لیا ہے''۔

اس لڑکے نے اُٹھ کر عرض کیا، ''اللہ اور اس کے رسول اور ان کے بعد میں آپ کے احکام سننے والا اور فرمانبردار ہوں''۔

پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''تو میری طرف سے آزاد ہے اور میں نے یہ احاطہ تجھے ہبہ کر دیا''۔ (المرتضی، ص: ۳۴۷، بحوالہ تہذیب تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر ج: ۴، ص: ۲۱۷)

قصہ ۱۵ ﴿حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی﴾

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ہاشم بن القاسم نے کہا، ان

سے مبارک بن فضالہ نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حسن بن ابی الحسن نے بیان کیا کہ ہم سے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ نماز پڑھا رہے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ فرمایا تو حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر چڑھ گئے، کئی بار اس طرح دیکھا گیا تو لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، ''ہم دیکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جس قدر چاہتے ہیں کسی اور کو نہیں چاہتے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا، ''میرا یہ بچہ سردار ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرادے گا''۔ (المرتضیٰ، ص: ۳۴۶ بحوالہ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ج: ۱، ص: ۲۳۰)

قصہ ۱۶ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے محبت

ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ملے اور کہا کہ ''ذرا پیٹ سے کپڑا ہٹائیے جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا تھا وہیں میں بھی بوسہ دوں گا'' ان کی اس فرمائش پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پیٹ سے کپڑا ہٹا دیا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسی جگہ بوسہ دیا جہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیا تھا۔ (کنز العمال، ج: ۷، ص: ۱۰۴)

قصہ ۱۷ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دودھ پلاتے ہیں

ایک مرتبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے، حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں سو چکے تھے، جبکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھوک کی وجہ سے رو رہے تھے اور کھانا مانگ رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں جگانا مناسب خیال نہ فرمایا اور گھر کے صحن میں کھڑی ایک بکری کا دودھ دوہا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے دست مبارک سے پلایا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا اور ان کی بھوک دور ہوگئی۔

(خاندان نبوی کے چشم و چراغ ترجمہ ابناء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۱۷۴)

قصہ ۱۸ ﴿سخاوتِ بے کنار کی وجہ﴾

ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا ''آپ خستہ حالی کے باوجود کسی سوال کرنے والے کو انکار نہیں کرتے، اس کی کیا وجہ ہے؟'' حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''میں خود اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے والا اور اس سے محبت رکھنے والا ہوں، مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ میں کسی مانگنے والے کو عطا نہ کروں حالانکہ میں خود مانگنے والا ہوں، اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ ایک معاملہ فرمایا ہے کہ اس نے میرے متعلق اس عادت کو اپنایا کہ وہ اپنی نعمتوں کا فیضان مجھ پر برساتا رہتا ہے اور میں اس بات کا عادی بنا کہ میں یہ نعمتیں لوگوں میں تقسیم کروں، مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں نے اپنی عادت کو ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے اس طریقہ کار کو چھوڑ دے گا'' یہ ارشاد فرما کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:

اذا ما اتانی سائل قلت مرحبا ۔۔۔ بمن فضلہ فرض علیّ معجّلُ
ومن فضلہ فضل علی کل فاضل ۔۔۔ وافضل ایام الفتیٰ حین یسألُ

''جب میرے پاس کوئی سوال کرنے والا آتا ہے تو میں اسے ایسی چیز کے ساتھ خوش آمدید کہتا ہوں جس کی فوری ادائیگی مجھ پر لازم ہو گئی تھی اور میں اسے ایسی چیز کے ساتھ خوش آمدید کہتا ہوں جس کی فضیلت ہر اہل فضل پر فائق ہے، انسان کی زندگی کے بہترین اوقات وہ ہیں جن میں اس سے کسی چیز کا سوال کیا جائے''۔

(الحسن رضی اللہ عنہ والحسین رضی اللہ عنہ، ص:۱۹)

قصہ ۱۹ ﴿حضرت حسن رضی اللہ عنہ محبوبِ رسول ہیں﴾

کتب تاریخ ایسی بے شمار روایات پر مشتمل ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت حسن

رضی اللہ عنہ سے محبت اور شفقت کے پہلو کا اظہار ہوتا ہے۔ اہلِ سیر نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی، آپ اندر تشریف لے گئے اور اپنی صاحبزادی کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''کیا تو نہیں جانتی کہ حسن (رضی اللہ عنہ) کا رونا مجھے بے چین کر دیتا ہے''۔ (خاندان نبوی کے چشم و چراغ ترجمہ ابناء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۱۷۴)

قصہ ۲۰ ﴿حضرت حسن رضی اللہ عنہ فصاحت کا سرچشمہ ہیں﴾

ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اپنی ضرورت پوری کرنے کا سوال کیا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس اتنی گنجائش نہ تھی کہ اس کی حاجت پوری کرسکیں، اسے انکار کرنے سے بھی حجاب تھا، لہٰذا آپ نے اس شخص کو کہا، ''کیا میں تجھے ایسا طریقہ نہ بتاؤں جس سے تو اپنی ضرورت پوری کر سکے؟'' اس شخص نے عرض کیا، ''ضرور فرمائیں'' حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''تم خلیفہ کے پاس چلے جاؤ، ان کی صاحبزادی کا انتقال ہوا ہے اور بہت غمگین ہیں، کسی نے ابھی تک ان سے تعزیت بھی نہیں کی، تم ان کے پاس جا کر ان الفاظ کے ساتھ تعزیت کرو کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے آپ کو لڑکی کی قبر پر بٹھا کر اس کی پردہ پوشی فرمائی اور اس کو آپ کی قبر پر بٹھا کر اس کی پردہ دری نہیں فرمائی'' پس وہ شخص خلیفہ کے پاس گیا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے وہی بات کی، اس طرح خلیفہ کا غم دور ہو گیا اور انہوں نے اس شخص کے لیے انعام کا حکم دیا، اور اس سے پوچھا کہ ''کیا یہ تیرا کلام ہے؟'' اس نے کہا، ''نہیں یہ فلاں کا کلام ہے'' خلیفہ نے کہا، ''تو نے سچ کہا، کیونکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ تو فصیح کلام کا سرچشمہ ہیں'' پھر اس شخص کے لیے ایک اور انعام کا حکم صادر فرمایا''۔

(الحسن والحسین، ص: ۱۸)

قصہ ۲۱ ﴿جود وسخا کا پیکر﴾

ایک مرتبہ ایک آدمی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی تنگدستی اور خستہ حالی کا شکوہ کر کے کچھ سوال کیا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے خزانچی کو بلایا اور تمام آمدن اور خرچ کا مکمل حساب کر کے خزانچی کو حکم دیا کہ باقی ماندہ مال کو بھی لے آؤ، لہٰذا وہ پچاس ہزار درہم اور لے آیا، پھر آپ نے اس سے پوچھا، ''ان پانچ سو دنانیر کا کیا ہوا جو میں نے آپ کو دیئے تھے؟'' خزانچی نے کہا، ''وہ میرے پاس ہیں'' حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے انہیں بھی لانے کا حکم دیا۔ جب خزانچی سارے دراہم ودنانیر لے آیا تو آپ نے وہ سارا مال اس شخص کو دے دیا اور اس سے معذرت بھی فرمائی کہ یہ مال تیرے شایانِ شان نہیں ہے''۔

(الحسن والحسین، ص:۱۹)

قصہ ۲۲ ﴿حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور ایک یہودی فقیر﴾

ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ غسل فرما کر گھر سے باہر تشریف لائے، اس وقت آپ نے ایک قیمتی لباس زیب تن فرما رکھا تھا اور آپ انتہائی وجاہت اور شان وشوکت کے ساتھ گزر رہے تھے۔ اس دوران راستہ میں ایک یہودی شخص سے ملاقات ہوگئی، اس نے ٹاٹ کا معمولی سا لباس پہن رکھا تھا اور بیماری سے بدحال ہو چکا تھا، فقر وفاقہ نے اسے نڈھال کر رکھا تھا، سورج اپنے جوبن پر آگ برسا رہا تھا اور اس یہودی نے اپنی گدی پر پانی کا گھڑا اُٹھا رکھا تھا، جب اس نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں دیکھا تو انہیں روک کر کہا: ''اے رسول اللہ کے بیٹے! میں تجھ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں''۔

''کیا سوال ہے'' حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا۔

''آپ کے نانا کا ارشاد ہے کہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے'' (مسلم:۲۹۵۶) جبکہ آپ مومن اور میں کافر ہوں پھر بھی کیا وجہ ہے کہ میں دیکھ رہا

ہوں کہ دنیا آپ کے لیے جنت ہے کہ آپ اس میں مزے اُڑا رہے ہیں اور میرے لیے قید خانہ ہے کہ اس کی تکالیف نے مجھے ہلاک کر دیا اور اس کے فقر نے مجھے مشقت میں ڈال دیا'' اس یہودی نے سوال کیا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بات سنی تو فرمایا:

''اے شخص، اگر تو ان نعمتوں کو دیکھ لے جو اللہ تعالیٰ نے آخرت میں میرے لیے تیار کی ہیں تو تجھے یقین ہو جائے گا کہ میں ان نعمتوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے قید خانہ میں ہوں اور اگر تو اس عذاب کو دیکھ لے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے آخرت میں تیار کر رکھا ہے تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ تو اس عذاب کی طرف نسبت کرتے ہوئے کشادہ جنت میں ہے''۔ (الحسن رضی اللہ عنہ والحسین رضی اللہ عنہ، ص:۲۱)

قصہ ۲۳ ﴿عزت مال سے افضل ہے﴾

حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہمیشہ عزت کو مال پر ترجیح دیتے اور کبھی اہل بیت کی آبرو پر آنچ نہ آنے دیتے، خواہ اس کی خاطر انہیں کتنا ہی مال کیوں نہ خرچ کرنا پڑتا۔

ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کسی شاعر کو بہت سا مال عطا فرمایا، اس پر کسی نے شکوہ بھرے انداز میں سوال کیا کہ ''آپ ایسے شاعر کو اتنا مال کیوں عطا کرتے ہیں جو رحمٰن کی نافرمانی کرتا ہے اور جھوٹی اور من گھڑت باتیں بیان کرتا ہے؟'' شکایت کرنے والے کا شکوہ سن کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جو بات فرمائی اسے اصحاب سیر نے نقل کیا، یہ قیمتی جملہ بلا شبہ ہر مسلمان کی زندگی کا اصول ہونا چاہیے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تیرے خرچ کردہ مال میں سے بہترین مال وہ ہے جسے تو اپنی آبرو بچانے کے لیے خرچ کرے اور شر سے بچنا بھی خیر کی تلاش وجستجو کا حصہ ہے''۔ (الحسن رضی اللہ عنہ والحسین رضی اللہ عنہ، ص:۲۰)

قصہ ۲۴ ﴿حضرت حسن رضی اللہ عنہ جمعہ پڑھاتے ہیں﴾

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں بیمار ہو گئے تو اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائیں، اس حکم کو پورا کرنے کی غرض سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی نبی کو بھیجا اس کے لیے ایک ذات، خاندان اور قبیلہ کا انتخاب فرمایا، پس جس ذات نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اس کی قسم کہ ہم اہل بیتِ رسول کے حق میں جو شخص کمی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عمل میں اس کے برابر کمی کرے گا اور اگر کوئی جماعت ہم پر حملہ کرے گی تو ہماری آخرت تو بن جائے گی لیکن وہ کچھ عرصہ میں اپنا انجام دیکھ لے گی''۔ (الحسن والحسین، ص: ۵۰)

قصہ ۲۵ ﴿رضا بر قضا کا جذبہ﴾

ایک مرتبہ کسی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فقر و ناداری مجھے مالداری سے زیادہ محبوب ہے اور بیماری مجھے صحت سے زیادہ پسندیدہ ہے'' یہ سن کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''اللہ تعالیٰ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے، لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ جو شخص اللہ کے فیصلہ کی عمدگی پر توکل کرے گا وہ اس حالت کے علاوہ دوسری حالت کی خواہش نہیں کر سکتا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے پسند فرمائی ہے''۔ (الحسن و الحسین، ص: ۵۰ بحوالہ سیر اعلام النبلاء، ج: ۳، ص: ۲۶۲)

قصہ ۲۶ ﴿حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا خطبہ﴾

ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ لوگوں کے مجمع میں تشریف لائے اور مجمع کو خطاب کر کے مندرجہ ذیل کلمات ارشاد فرمائے:

''ہم اللہ تعالیٰ کی فلاح یافتہ جماعت ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتہ دار ہیں، اور رسول اللہ کے طاہر اور طیب اہلِ بیت اور ان دو وزنی چیزوں میں سے ایک ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ پیچھے چھوڑ گئے، اور دوسری وزنی چیز کتاب اللہ ہے جس میں ہر چیز کی تفصیل کو بیان کیا گیا ہے اور باطل کسی راستہ سے اس میں داخل نہیں ہو سکتا اور وہ ہر امر میں ایک قابل اعتماد سہارا ہے، ہم اس کی تفسیر میں غلطی نہیں کر سکتے بلکہ اس کے حقائق پر یقین رکھتے ہیں، پس تم ہماری اطاعت کرو کہ ہماری اطاعت فرض ہے کیونکہ یہ اللہ، اس کے رسول اور اولوالامر لوگوں کی اطاعت کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور اگر تم کسی معاملہ میں باہمی جھگڑے کا شکار ہو جاؤ تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو (یعنی ان سے اس کا فیصلہ طلب کرو) اگر لوگ اپنے اختلافی مسائل کو رسول اللہ اور اولوالامر لوگوں کی طرف لوٹا دیں تو اسے وہ لوگ جان لیں گے جو دینی سمجھ رکھتے ہیں اور میں تمہیں شیطان کے مکروفریب سے بچنے کی تلقین کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، پس اگر تم اس کے دھوکہ سے نہ بچے تو اس کے ان ساتھیوں کی طرح ہو جاؤ گے جن کو شیطان نے کہا تھا ''آج کے دن کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا کیونکہ میں تمہارے ساتھ ہوں، جب دونوں جماعتوں کا آمنا سامنا ہوا تو الٹے پاؤں بھاگ گیا اور کہا کہ میں تم سے بری الذمہ ہوں، میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے'' اگر تم شیطان کے دوست بن گئے تو نیزوں کے ذریعہ ہلاکتیں، تلواروں کے لیے گردنیں، تیروں کے لیے نشان اور عمداً کیے جانے والے قتل تلاش

کرو گے، پھر اس شخص کا ایمان اسے کوئی نفع نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لایا واللہ اعلم''۔ (الحسن والحسین، ص:۴۹)

قصہ ۲۷ ﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا دلچسپ مکالمہ﴾

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کچھ سوالات کیے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی کو ان سوالات کے جواب پیش کیے۔

''حلیۃ الاولیاء'' اور ''المعجم الکبیر'' میں اس واقعہ کو یوں نقل کیا گیا ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''اے میرے بیٹے! درستگی کا راستہ کیا ہے؟''

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: برائی کو نیکی کے ذریعہ ختم کرنا''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: شرافت کیا ہے؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: کھانا تو گھر والوں کے لیے بنائے لیکن خیال سب کا رکھے''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: سخاوت کیا ہے؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: ''مالداری اور تنگدستی دونوں حالتوں میں خرچ کرنا''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: کمینہ پن کیا ہے؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: آدمی اپنے مال کو تو بچا کر رکھے لیکن اپنی عزت کو برباد کر دے''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''بزدلی کیا ہے؟''

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: دوست کو بہادری و جرأت دکھانا اور دشمن سے دامن بچاتے پھرنا''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''غنی و مالداری کیا ہے؟''

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: ''نفس کا اللہ کی تقسیم پر راضی رہنا خواہ اسے دنیا تھوڑی ہی کیوں نہ ملی ہو''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''بردباری کیا ہے؟''

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: غصہ کو پی جانا اور نفس پر قابو رکھنا''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''سب سے بڑی رکاوٹ کیا ہے؟''

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: ''بہادر لوگوں کی سختی اور بڑے لوگوں سے جھگڑا''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''ذلت کیا ہے؟''

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: ''صدمہ کے وقت برداشت سے کام نہ لینا''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''نادانی کیا ہے؟''

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: ''فضول گفتگو میں مشغول ہونا''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: بزرگی کس چیز کا نام ہے؟''

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: ''لوگوں کے تاوان وواجبات ادا کرنا اور جرم کو معاف کرنا''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''سرداری کیا ہے؟''

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: ''اچھے کام کرنا اور برے افعال سے اجتناب کرنا''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''بے وقوفی کیا ہے؟''

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: ''گھٹیا لوگوں کی اتباع اور سرکش لوگوں کی محبت''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''غفلت کیا ہے؟''

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: ''مسجد کو چھوڑ دینا اور برے لوگوں کی اطاعت کرنا''

۰ (حلیۃ الاولیاء، ج:۲، ص:۳۶ والمعجم الکبیر، ج:۳، ص:۶۸)

قصہ ۲۸ ﴿کم گوئی کی فضیلت﴾

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ خاموشی کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے خاموشی اور کم گوئی کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''کم گوئی جہالت کو چھپاتی ہے، عزت کو زینت بخشتی ہے، خاموش رہنے والا راحت میں رہتا ہے اور کم گو آدمی کا ہم نشین امن میں رہتا ہے۔''

ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''جو گفتگو سے پہلے سلام نہ کرے اس کی بات کا جواب مت دو۔''

اسی طرح ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا، ''عمدہ سوال آدھا علم ہے۔''

(الحسن رضی اللہ عنہ والحسین رضی اللہ عنہ، ص:۵۰)

قصہ ۲۹ ﴿حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا اعزاز﴾

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پکڑ کر اپنی ران پر بٹھالیا کرتے تھے اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو بائیں ران پر بٹھالیا کرتے تھے، پھر ہم دونوں کو اپنے ساتھ چمٹا کر یوں دعا فرماتے، ''اے اللہ! میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں تو بھی ان دونوں پر رحم فرما'' (اخرجہ احمد وابو یعلی والنسائی واخرجہ ابن سعد، ج:۴، ص:۶۲) ایک روایت میں یہ ہے کہ ''اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت فرما۔''

قصہ ۳۰ ﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انتقال پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے خطبے﴾

حضرت ہُبَیرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا:

''اے لوگو! آج رات ایسی ہستی دنیا سے اٹھالی گئی ہے جن سے پہلے لوگ آگے نہیں جا سکتے اور جنہیں پچھلے لوگ نہیں پا سکیں گے،

حضور ﷺ انہیں کسی جگہ بھیجتے تو انہیں دائیں طرف سے حضرت جبرئیل علیہ السلام اور بائیں طرف سے حضرت میکائیل علیہ السلام اپنے گھیرے میں لے لیتے اور جب تک اللہ تعالیٰ انہیں فتح نہ دے دیتے یہ واپس نہ آتے، یہ صرف سات سو درہم چھوڑ کر گئے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ اس سے ایک خادم خریدنا چاہتے تھے، آج ستائیس رمضان کی رات میں ان کی روح قبض کی گئی ہے، اسی رات میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو آسمانوں کی طرف اٹھالیا گیا تھا''

ایک روایت میں ہے:

''وہ سونا چاندی چھوڑ کر نہیں گئے صرف سات سو درہم چھوڑ کر گئے ہیں جو ان کے بیت المال سے ملنے والے وظیفہ میں سے بچے ہیں۔'' (اخرجہ ابن سعد، ج:۸، ص:۳۸ واحمد، ج:۱، ص:۱۹۹ مختصراً)

ایک اور روایت میں اسی واقعہ کو کچھ اس انداز میں بیان کیا گیا ہے:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر بیان فرمایا، پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا:

''امابعد! آج رات تم نے ایک آدمی کو قتل کر دیا ہے، اسی رات میں قرآن پاک نازل ہوا، اسی میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو اٹھایا گیا اور اسی رات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خادم حضرت یوشع بن نون رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کیا گیا اور اسی میں بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی، جو مجھے جانتا ہے وہ تو جانتا ہے اور جو مجھے نہیں جانتا میں اسے اپنا تعارف کرا دیتا ہوں، میں حضرت محمد ﷺ کا بیٹا حسن

ہوں (میں حضور ﷺ کو اپنا باپ اس وجہ سے کہہ رہا ہوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق علیہما السلام کو اپنا باپ کہا ہے، حالانکہ یہ دونوں ان کے دادا پڑدادا تھے) پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قول ہے "وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَائِیْ اِبْرَاهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ" (اور میں نے اپنے ان باپ دادوں کا مذہب اختیار کر رکھا ہے ابراہیمؑ کا، اسحاقؑ کا، اور یعقوبؑ کا) پھر اللہ کی کتاب میں سے کچھ اور پڑھنے لگے (پھر حضور ﷺ کے مختلف نام لے کر) فرمایا میں بشارت دینے والے کا بیٹا ہوں، میں ڈرانے والے کا بیٹا ہوں، میں نبی کا بیٹا ہوں، میں اللہ کے حکم سے اللہ کی دعوت دینے والے کا بیٹا ہوں، روشن چراغ کا بیٹا ہوں، میں اس ذات کا بیٹا ہوں جنہیں رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا، میں اس گھرانے کا فرد ہوں جن سے اللہ نے گندگی دور کر دی اور جنہیں خوب اچھی طرح پاک کیا، میں اس گھرانے کا فرد ہوں جن کی محبت اور دوستی کو اللہ نے فرض قرار دیا، چنانچہ جو قرآن اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ پر نازل کیا ہے اس میں فرمایا ہے "قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی" (آپ (ان سے) یوں کہہ دیجئے کہ میں تم سے کچھ مطلب نہیں چاہتا بجز رشتہ داری کی محبت کے)۔"

(اخرجہ الطبرانی کما فی حیاۃ الصحابۃ، ج:۳، ص:۵۱۷)

قصہ ۳۱ ﴿حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی کرامت﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ محبت تھی، ایک دفعہ اندھیری رات میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا، ''میں اپنی امی کے پاس چلا جاؤں؟'' میں نے عرض کیا، ''یا رسول اللہ! میں اس کے ساتھ چلا جاؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''نہیں'' اتنے میں آسمان میں بجلی چمکی اور اس کی روشنی اتنی دیر رہی کہ اس میں چل کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے پاس پہنچ گئے''۔

(اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل، ص:۲۰۵، کذا فی حیاۃ الصحابۃ، ج:۳، ص:۶۲۶)

قصہ ۳۲ ﴿حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا خواب﴾

حضرت فِلفِلَہ جُعفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عرش سے چمٹے ہوئے ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر کو پکڑے ہوئے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کمر کو پکڑے ہوئے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کمر کو پکڑے ہوئے ہیں اور میں نے دیکھا کہ آسمان سے زمین پر خون گر رہا ہے۔'' جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے یہ خواب سنایا تو وہاں کچھ شیعہ لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے پوچھا ''کیا آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خواب میں نہیں دیکھا؟'' حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''مجھے سب سے زیادہ تو یہی پسند ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر پکڑتے ہوئے دیکھتا، لیکن کیا کروں میں نے خواب میں دیکھا ہی وہی ہے جو میں نے آپ لوگوں کو سنایا ہے''۔

(اخرجہ الطبرانی وقال الھیثمی رواہ الطبرانی کذا فی حیاۃ الصحابہ، ج:۳، ص:۲۶۷)

قصہ ۳۳ ﴿صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے محبت﴾

حضرت عقبہ بن حارث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور ﷺ کی وفات کے چند روز بعد میں عصر کی نماز پڑھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد سے باہر نکلا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہے تھے کہ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ہوا وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے کندھے پر بٹھالیا اور یہ شعر پڑھنے لگے:

بابی شبیه بالنبی   لیس شبیها بعلیّ

''اس بچہ پر میرا باپ قربان ہو اس کی شکل وصورت نبی کریم ﷺ سے ملتی جلتی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نہیں ملتی۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سن کر مسکرا رہے تھے۔

(مسند الامام احمد، ج:۱ص:۸، مستدرک الحاکم، ج:۳ص:۱۶۸)

قصہ ۳۴ ﴿''چار باتیں یاد رکھو''﴾

جب ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ صاحبِ فراش ہو گئے تو ایک دن حضرت حسن رضی اللہ عنہ روتے ہوئے حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: ''اے میرے بیٹے! مجھ سے چار پھر مزید چار باتیں یاد رکھو''۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا، ''ابا جان! پہلی چار باتیں کون سی ہیں؟'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، (۱) سب سے بڑی دولت عقل کی دولت ہے (۲) سب سے بڑا فقر حماقت ہے (۳) سب سے بڑی وحشت خود پسندی ہے (۴) سب سے اچھی صفت خوش اخلاقی ہے''۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ''دوسری چار باتیں کون سی ہیں؟'' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''(۱) احمق آدمی کی صحبت سے

بچتے رہنا، کیونکہ وہ تجھے نفع پہنچانا چاہے گا مگر نقصان پہنچا دے گا (۲) جھوٹے شخص سے کبھی دوستی نہ کرنا کیونکہ وہ دور کو تیرے قریب اور قریب کو دور کر دے گا (۳) بخیل آدمی سے بچنا کیونکہ تو اس کا اتنا حاجت مند نہیں ہوگا جتنا وہ تیرا حاجت مند ہوگا اور وہ تجھے چھوڑ کر بیٹھ جائے گا (۴) برے آدمی کی صحبت نہ اختیار کرنا کیونکہ وہ تجھے چند پیسوں کے عوض بیچ دے گا''۔ (تاریخ الخلفاء، ص:۲۹۲)

قصہ ۳۵ ﴿یہ میرے نانا کا منبر ہے!﴾

حضرت عبدالرحمٰن بن اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر تھے کہ اتنے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے (یہ ابھی کم عمر بچے تھے) انہوں نے کہا ''آپ میرے نانے ابا کے منبر سے نیچے اُتر آئیں'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، ''تم ٹھیک کہہ رہے ہو یہ تمہارے نانا ابا کے بیٹھنے کی جگہ ہے'' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنی گود میں بٹھالیا اور رو پڑے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، ''اللہ کی قسم! یہ بچہ میرے کہنے کی وجہ سے نہیں کہہ رہا (بلکہ یہ اپنی طرف سے کہہ رہا ہے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں، اللہ کی قسم! مجھے آپ پر کوئی شبہ نہیں''۔

(اخرجہ ابونعیم کذا فی حیاۃ الصحابہ، ج:۲، ص ۵۷۶)

قصہ ۳۶ ﴿حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی فراست ودانائی﴾

حضرت ابوالغریف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''ہم لوگ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے مقدمۃ الجیش میں بارہ ہزار آدمی تھے۔ اہلِ شام سے جنگ کرنے کا جذبہ اتنا زیادہ تھا کہ لگتا تھا کہ ہماری تلواروں سے خون ٹپکنے لگ جائے گا (یا غصہ کی وجہ سے ہماری تلواریں گر جائیں گی) ہمارے لشکر کے امیر ابوالعمر طہٰ تھے۔ جب ہمیں یہ خبر ملی کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان صلح ہوگئی ہے تو غصہ کی وجہ سے ہماری کمر ٹوٹ گئی۔ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کوفہ آئے تو ابو عامر سفیان بن لیل نامی آدمی نے کھڑے ہوکر ان سے کہا ''السلام علیک اے مسلمانوں کو ذلیل کرنے والے!'' حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''اے ابو عامر! یہ نہ کہو کیونکہ میں نے مسلمانوں کو ذلیل نہیں کیا بلکہ میں طلبِ ملک کی وجہ سے مسلمانوں کو قتل کرنا پسند نہیں کرتا''۔

(اخرجہ الحاکم، ج:۳،ص:۱۷۵،وابن عبدالبر فی الاستیعاب، ج:۱،ص:۳۷۲،البدایۃ والنھایۃ ج:۸،ص:۱۹)

خوش نوائی ہے مری وجہِ اسیری کیفیؔ
خوب ہونا ہی زمانے میں برا ہوتا ہے

قصہ ۳۷ ﴿حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا زہد واستغناء﴾

حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''میں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ''لوگ کہتے ہیں کہ آپ خلیفہ بننا چاہتے ہیں'' حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''عرب کے بڑے سردار میرے ہاتھ میں تھے، جس سے میں جنگ کرتا تھا وہ اس سے جنگ کرتے تھے اور میں جس سے صلح کرتا تھا وہ اس سے صلح کرتے تھے لیکن میں نے خلافت کو چھوڑ دیا تاکہ اللہ تعالیٰ خوش ہو جائیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے خون کی حفاظت ہو جائے، تو کیا میں اہلِ حجاز کے کمزور لوگوں کے ذریعہ خلافت کو زبردستی چھیننے کا اب ارادہ کرسکتا ہوں (جب میرے ساتھ بڑے اور طاقتور لوگ تھے اس وقت تو میں خلافت سے دستبردار ہوگیا اب تو میرے ساتھ کمزور لوگ ہیں اب خلافت لینے کا ارادہ کیسے کرسکتا ہوں)''۔

(رواہ الحاکم، ج:۳،ص:۱۷۰،حیاۃ الصحابۃ، ج:۲،ص ۵۱۵)

قصہ ۳۸ ﴿اے میرے سردار! وعلیک السلام﴾

حضرت مقبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ

بیٹھے تھے کہ اتنے میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے، انہوں نے سلام کیا اور لوگوں نے سلام کا جواب دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ تھے لیکن انہیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے گزرنے اور سلام کرنے کا پتہ نہیں چلا۔ کسی نے ان سے کہا ''یہ سلام حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے کیا تھا'' وہ فوراً ان کے پیچھے گئے اور ان سے کہا، ''اے میرے سردار! وعلیک السلام'' کسی نے ان سے پوچھا ''آپ انہیں اے میرے سردار کہہ رہے تھے'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ سردار ہیں۔''

(اخرجہ الحاکم، ج:۳،ص:۱۶۹، کنز العمال، ج:۷،ص:۱۰۴، حیاۃ الصحابہ، ج:۲،ص:۵۷۸)

قصہ ۳۹ ﴿والد کا ادب واحترام﴾

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے شادی کا پیام (ان کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو) دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ''ابھی تو وہ چھوٹی ہے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے تعلق اور رشتہ کے علاوہ ہر تعلق اور رشتہ قیامت کے دن ٹوٹ جائے گا، اب میں چاہتا ہوں کہ (اس نکاح کے ذریعہ سے) میرا حضور ﷺ سے تعلق اور رشتہ قائم ہو جائے۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا، ''تم اپنے چچا کی شادی (اپنی بہن سے) کر دو'' ان حضرات نے کہا، ''وہ بھی عورتوں میں سے ایک مستقل عورت ہے، اسے اپنا اختیار ہے۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ غصہ میں وہاں سے کھڑے ہو گئے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان کا کپڑا پکڑ کر عرض کیا ''اے ابا جان! میں آپ کے چھوٹنے کو برداشت نہیں کر سکتا۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، ''تو پھر دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کی شادی کر دو۔'' (کنز العمال، ج:۸،ص:۲۹۶، حیاۃ الصحابۃ، ج:۲،ص:۶۱۲)

قصہ ۴۰ ﴿حضور ﷺ کے سب سے زیادہ مشابہ﴾

حضرت بہی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ''آپ مجھے بتائیں کہ لوگوں میں سے کس کی شکل حضور ﷺ سے سب سے زیادہ ملتی تھی؟'' انہوں نے کہا ''حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی شکل حضور ﷺ سے سب سے زیادہ ملتی تھی، اور حضور ﷺ کو ان سے سب سے زیادہ محبت تھی، بعض دفعہ حضور ﷺ سجدے میں ہوتے یہ آکر حضور ﷺ کی پشت مبارک پر چڑھ جاتے اور جب تک یہ الگ نہ ہو جاتے حضور ﷺ سجدے سے سر نہ اٹھاتے، بعض دفعہ یہ حضور ﷺ کے پیٹ کے نیچے داخل ہو جاتے تو آپ ان کے لیے اپنے پاؤں کھول دیتے تو وہ ان کے درمیان سے نکل جاتے۔''

(حیاۃ الصحابۃ للکاندھلوی، ج:۲، ص:۶۱۴)

قصہ ۴۱ ﴿حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک مقامِ حسن رضی اللہ عنہ﴾

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی زبان اور ہونٹ کو چوس رہے تھے اور جس زبان اور ہونٹ کو حضور ﷺ نے چوسا ہو اسے کبھی عذاب نہیں ہو سکتا۔''

(اخرجہ احمد وقال الہیثمی ج:۹، ص:۱۷۷، رجالہ رجال الصحیح غیر عبدالرحمٰن بن ابی عوف وھو ثقۃ کذا فی حیاۃ الصحابۃ، ج:۲، ص:۶۱۵)

قصہ ۴۲ ﴿حضور ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیتے ہیں﴾

حضرت اسود بن خلف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر ان کا بوسہ لیا، پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا'' آدمی اولاد کی وجہ سے کنجوسی کرتا ہے اور نادانی والے کام کرتا ہے (بچوں کی وجہ سے لڑ پڑتا ہے) اولاد کی وجہ سے

بزدلی اختیار کرتا ہے (کہ میں مرگیا تو میرے بعد بچوں کا کیا ہوگا؟)۔"

(عند البزار ورجالہ ثقات کما قال الہیثمی، ج:۸،ص:۱۵۵، کذا فی حیاۃ الصحابۃ، ج:۲،ص:۶۱۵)

قصہ ۴۳ ﴿حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عیادت کرتے ہیں﴾

حضرت عبداللہ بن نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ "حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنے آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، "جو بھی مسلمان کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو اگر وہ صبح کو کرتا ہے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں جو شام تک اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں اور (اسے اس عیادت کے بدلہ میں) جنت میں ایک باغ ملے گا اور اگر وہ شام کو جائے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں جو اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں اور اسے جنت میں ایک باغ ملے گا۔"

(کنز العمال، ج:۵،ص:۵۰، حیاۃ الصحابۃ، ج:۲،ص:۶۴۸)

قصہ ۴۴ ﴿شہادت حسن رضی اللہ عنہ﴾

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا جو ان کی وفات کا باعث بنا۔ عمیر بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ "میں اور قریش کے ایک آدمی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے مجھے بتایا کہ "مجھے بار بار زہر دیا گیا اور ہر مرتبہ پہلی بار سے زیادہ تیز اور سخت قسم کا زہر دیا گیا" اس وقت آپ پر نزع کی کیفیت طاری ہوچکی تھی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور سرہانے بیٹھ گئے اور کہا، "اے میرے بھائی جان! آپ کو کس نے زہر دیا ہے؟" حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا، "کیا تم اس کو قتل کرنا چاہتے ہو؟" حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ہاں میں جواب دیا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا، "اگر مجھے زہر دینے والا وہی ہے جس کو میں سمجھ رہا ہوں تو اللہ زیادہ سخت انتقام لینے والا ہے۔" ایک روایت میں ہے "وَاللّٰہُ اَشَدُّ بَاْسًا

وَتَنْكِيْلًا" (اللہ زیادہ قوت والا اور زیادہ عبرتناک عذاب والا ہے) اور اگر وہ نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ تم کسی بے قصور کو قتل کرو۔" (البدایۃ والنھایۃ، ج:۸، ص:۴۲)

راہِ وفا میں اہلِ دل سوچ سمجھ کے آئے ہیں
داغ گنیں تو کیوں گنیں زخم کریں شمار کیا
شوق سے تم کیا کرو فرق نیاز و ناز میں
ہم تو مگن ہیں عشق میں جیت کہاں کی ہار کیا

قصہ ۴۵ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا سفر آخرت

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں اس قدر لوگ شریک ہوئے کہ کثرت ازدحام کی وجہ سے جنت البقیع میں جگہ نہ تھی۔

امام واقدیؒ نے ثعلبہ بن مالک سے روایت کی ہے فرماتے ہیں،" جس دن حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی میں اس دن موجود تھا اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا، میں نے بقیع میں اتنا مجمع دیکھا کہ اگر کوئی سوئی پھینکی جائے تو زمین پر نہیں کسی کے سر پر گرتی تھی۔" (تاریخ اسلام، ج:۱، ص: ۳۴۵، بحوالہ تہذیب الکمال ص:۸۹ والمرتضی، ص:۳۵۶ بحوالہ)

ایک طوفانِ طلب روح میں پیدا کر کے
چھپ گئے آپ کہاں حشر یہ برپا کر کے

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ

مختصر حالات زندگی

پیدائش، نام ونسب:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا پورا نام ''حسین بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم'' ہے۔ آپ کی کنیت ''ابوعبداللہ'' ہے اور آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے، حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے بیٹے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ۵ شعبان ۴ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ پیدائش کے ساتویں دن ان کا عقیقہ کیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری ذبح فرمائی، ان کے کان میں اذان دی، ان کے منہ میں اپنا لعاب دہن داخل فرمایا اور ان کے لیے دعا فرمائی اور انہیں ''حسین'' کے نام سے موسوم فرمایا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بہت سے القابات سے ملقب کیا گیا جن میں سے مشہور القاب یہ ہیں:

''زکیؔ، رشید، طیب، وفیؔ، سید، مبارک، نواسہ رسول، ریحانۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم''

حضرت ابراہیم علیہ السلام تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

حلیہ مبارک:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سینہ سے سر تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ مشابہ تھے جبکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت زیادہ مشابہت پائی جاتی تھی۔ (الاستیعاب، ج:۱، ص:۳۸۴) آپ رضی اللہ عنہ درمیانے قد کے مالک تھے آپ کا قد نہ تو لمبا تھا اور نہ ہی کوتاہ، کشادہ پیشانی والے، گھنی داڑھی والے، چوڑے سینے اور بڑے کندھوں کے حامل تھے، آپ کی ہڈیاں مضبوط اور ہاتھ پاؤں قوی تھے، بال کالے اور جسم توانا تھا،

آپ کے رنگ کی سفیدی میں سرخی کی آمیزش تھی اور آپ کی آواز بہت خوبصورت تھی، آپؓ "وسمہ" نامی بوٹی کو بطور خضاب کے استعمال کیا کرتے تھے۔

بس ایک جھلک تم کو دیکھا تھا مگر اب تک
آئینے کو حیرت ہے تصویر کو سکتا ہے
اے دل وہ خدا جانے خود کتنے حسین ہوں گے
جب ان کے تصور کی تصویر بھی یکتا ہے

اخلاق وعادات:

حضرت حسینؓ انتہائی عبادت گزار اور نماز روزے کی کثرت کرنے والے تھے، کہا جاتا ہے کہ آپ نے پچیس حج پیدل کیے۔ (البدایۃ والنھایۃ، ج:۸،ص:۲۰۷) آپؓ کی سخاوت وفیاضی بھی بے کنار تھی اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔

شہادتِ حسینؓ:

حضرت حسینؓ کی شہادت ۱۰ محرم ۶۱ھ بمطابق ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء کو دریائے فرات کے کنارے مقام کربلاء میں ہوئی جہاں آپؓ کو آپ کے بہتر ساتھیوں کے ہمراہ انتہائی سفاکی کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔

عشق محبوب میں ہو جاؤ فنا یوں کیفی
عشق ہی سلسلۂ نام و نسب بن جائے

اسوۂ حسینؓ:

حضرت حسینؓ کی شہادت کا واقعہ مسلمانوں کے لیے ایک دستورِ حیات فراہم کرتا ہے، اس واقعہ سے حاصل ہونے والے فوائد کو اردو کے نامور مصنف ابو الکلام آزاد مرحوم نے مندرجہ ذیل نکات کی صورت میں بیان کیا ہے، جنھیں اختصاراً نقل کیا جاتا ہے:

۱۔ دعوت الٰہی اور حریت کی راہ میں جان قربان کرنا اور ظالم و جابر حکومت کا اعلانیہ

مقابلہ کرنا۔

۲۔ مقابلہ کے لیے قوت وشوکت مادی کا وہ تمام ساز وسامان موجود ہونا ضروری نہیں جو ظالموں کے پاس ہے، ایسے موقعوں پر مصلحت اندیشی کے بھیس میں شیطان بھی حملہ کرتا ہے۔

۳۔ ظالم کا صاحبِ عظمت ہونا الٰہی سند نہیں کہ اس کی اطاعت کر لی جائے، ظالم خواہ ضعیف ہو خواہ قوی ہر حال میں اس کا مقابلہ کرنا چاہیے، کیونکہ وہ ظالم ہے اور حق وصداقت ہر حال میں یکساں اور غیر متزلزل ہے۔

۴۔ حق وعدالت کی رفاقت کی آزمائشیں زہرہ گداز اور شکیب ربا ہیں، قدم قدم پر حفظِ جان وناموس اور محبت فرزند وعیال کے کانٹے دامن کھینچتے ہیں، لیکن اسوۂ حسین رضی اللہ عنہ مومنین مخلصین کو درس دیتا ہے کہ اس راہ میں قدم رکھنے سے پہلے اپنی طلب وہمت کو اچھی طرح آزمائیں نہ کہ چند قدموں کے بعد ہی ٹھوکر لگے۔

۵۔ نفس کی مرضی کو خدا کی مرضی پر ترجیح دینا چاہیے۔

۶۔ جہادِ حق میں صبر واستقامت اور اس کی تلقین اس حادثہ عظیمہ کا سب سے بڑا درس ہے۔ (شہید اعظم اور اسوۂ حسین، ص: ۶۳)

اولادِ حسین رضی اللہ عنہ:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے چھ بیٹے تھے:

۱۔	علی الاکبر	۲۔	علی الاوسط (زین العابدین)
۳۔	علی الاصغر	۴۔	محمد
۵۔	عبداللہ	۶۔	جعفر

علی الاکبر تو اپنے والد محترم کے ساتھ شہید کر دیئے گئے، علی الاوسط جو کہ زین العابدین کے لقب سے مشہور ہیں مقام کربلا میں اپنے والد کے ساتھ موجود تھے لیکن والد محترم کی شہادت

کے بعد زین العابدین کو قیدی بنالیا گیا اور پھر یہ مکہ واپس آگئے اور ان کی اولاد و نسل بھی آگے چلی۔ علی الاصغر اور عبداللہ بھی مقام کربلا میں شہید کردیئے گئے جبکہ جعفر بن حسین اپنے والد کی زندگی ہی میں انتقال کر گئے تھے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تین بیٹیاں تھیں، زینب، سکینہ، فاطمہ رضی اللہ عنہم اجمعین و رضوا عنہ۔

(البدایۃ والنھایۃ، ج:۸، ص:۱۸۹)

قصہ ۴۶ ﴿پیدائش حسین رضی اللہ عنہ﴾

حضرت حسین رضی اللہ عنہ ۵ شعبان المعظم ۴ھ کو پیدا ہوئے۔ (البدایۃ والنھایۃ کذافی الامام الحسین، ص:۲۲) انہیں ایک سفید کپڑے میں لپیٹ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دائیں کان میں اذان دی اور بائیں کان میں اقامت پڑھی پھر کوئی چیز چبا کر ان کے تالو کو لگائی اور ان کے منہ میں اپنا لعاب دھن ڈال کر ان کے لئے دعا فرمائی، پھر ان کے سر پر خلوق نامی خوشبو لگائی اور انہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ کردیا، پھر ننھے حسین رضی اللہ عنہ کا سر مونڈا گیا اور بالوں کے وزن کی مقدار چاندی صدقہ کی گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام رکھا، ساتویں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے عقیقہ میں دو مینڈھے ذبح کئے گئے اور ایک مینڈھے کی ران دائی کو عطا کی گئی، پھر بچہ کا ختنہ کیا گیا۔

(الدرر المستطاب ترجمۃ الحسین، کذافی الامام الحسین، ص۲۲)

قصہ ۴۷ ﴿یہ تو حُسین ہے!﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''جب حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام ''حرب'' رکھا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟'' میں نے عرض کیا، ''میں نے اس کا نام ''حرب'' رکھا ہے۔'' یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تو حسن ہے''۔ جب حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف

لائیں تو بچہ کے نام کے متعلق استفسار فرمایا، میں عرض کیا، ''میں نے اس کا نام حرب رکھا ہے'' اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''یہ تو حسین ہے''۔

جب تیسرا لڑکا پیدا ہوا تو میں نے اس کا نام بھی حرب رکھا، حضور ﷺ تشریف لائے اور بچہ کا نام دریافت کیا تو میں پھر یہی عرض کیا کہ ''میں نے اس کا نام حرب رکھا ہے'' چنانچہ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''یہ تو محسن ہے''۔

پھر فرمایا، ''میں نے ان تینوں بچوں کے نام حضرت ہارون علیہ الصلوۃ والسلام کے بیٹوں شبر، شبیر اور مشبر کے ناموں کے مطابق رکھے ہیں۔''

(اخرجہ الامام احمد رقم الحدیث: ۷۷۳۰ واسنادہ صحیح وھو فی مجمع الزوائد والطیالسی کذا فی الامام الحسین، ص۔ ۲۲، الحسن والحسین ص۔ ۱۷)

ابن اعرابیؒ، حضرت فضلؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، ''اللہ تعالیٰ نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہ کے ناموں کو چھپایا ہوا تھا، چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے اپنے نواسوں کا نام ''حسن'' اور ''حسین'' رکھا۔ (ابونعیم فی الاصابۃ کذا فی الامام الحسین، ص۔ ۲۳)

قصہ ۴۸ ﴿حضور علیہ السلام کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبت﴾

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضور اقدس ﷺ ایک دعوت میں کھانا تناول فرمانے جارہے تھے۔ اس دوران حضرت حسین رضی اللہ عنہ ایک گلی میں کھیل رہے، حضور اقدس ﷺ انہیں دیکھ کر لوگوں سے آگے بڑھ گئے اور اپنی بانہوں کو پھیلا لیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ (بچپن کی مستی میں آکر) ادھر اُدھر بھاگنے لگے اور حضور اقدس ﷺ انہیں ہنسانے اور بہلانے لگے اور بالآخر انہیں پکڑ لیا، پھر اپنا ایک دست مبارک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ٹھوڈی کے نیچے رکھا اور دوسرا ہاتھ ان کے سر پر رکھا اور پھر آنحضرت ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا اور فرمایا، ''حسین مجھ سے ہے اور میں حسین

سے ہوں جو اس سے محبت کرے اللہ اس سے محبت کرے''۔

(رواہ ابن ماجہ،ص:۱۴۴ مختصرا، کنز العمال، ج:۷،ص:۱۰۷)

قصہ ۴۹ ﴿جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں ہوتا﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اقرع بن حابس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بوسہ لے رہے ہیں، اس منظر کو دیکھ کر اقرع بن حابس گویا ہوئے، ''میرے دس بچے ہیں لیکن میں نے ان میں سے کسی کے ساتھ کبھی بھی ایسا نہیں کیا'' (یعنی کبھی کسی بچے کو پیار نہیں کیا) ان کی یہ بات سن کر سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا، ''جو رحم نہیں کرتا اُس پر رحم نہیں کیا جاتا''۔

(رواہ ابوداؤد:۵۲۱۸ کما قال عبدالواحد الخیاری فی الامام الحسین،ص:۳۷)

قصہ ۵۰ ﴿فراستِ حسین رضی اللہ عنہ﴾

ایک مرتبہ کسی شاعر نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تعریف کی تو اس کے صلہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسے بہت سا مال عطا فرمایا۔ اس عمل پر کسی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ملامت کی کہ آپ نے اسے اتنا بہت سا مال عطا کر دیا؟ اس ملامت کے جواب میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسے سمجھایا کہ ''مجھے اس بات کا خوف تھا کہ کہیں وہ یہ نہ کہہ دے کہ تم فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بیٹے نہیں ہو، پھر لوگ اس کے اس قول کی تصدیق کرتے اور اسے نقل کرتے پھر یہ بات ہمیشہ کتابوں میں محفوظ رہتی اور بیان کرنے والوں کی زبانوں پر رائج رہتی'' حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا حکمت بھرا یہ جواب سن کر ملامت کرنے والا شخص معذرت خواہانہ لہجہ میں گویا ہوا ''اے اللہ کے رسول کے بیٹے! خدا کی قسم آپ مدح وذم کی حقیقت کو مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں''۔

(الحسن رضی اللہ عنہ والحسین رضی اللہ عنہ،ص ۲۰)

قصہ ۵۱ ﴿ کرامتِ حسین رضی اللہ عنہ ﴾

حضرت ابوعون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ مکہ کے ارادے سے مدینہ سے روانہ ہوئے تو جب وہ ابن مطیع کے پاس سے گزرے جو اپنا کنواں کھود رہے تھے، ابن مطیع نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے عرض کیا ''میں نے اپنے اس کنویں کو اس لیے ٹھیک کیا ہے تاکہ اس میں دوبارہ پانی آجائے لیکن ابھی تک ڈول خالی ہی نکلا ہے، اس میں کچھ پانی نہیں، اگر آپ ہمارے لیے اس کنویں میں اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا کر دیں تو آپ کی بہت مہربانی ہوگی'' حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''کنویں کا تھوڑا سا پانی لاؤ'' ابن مطیع ڈول میں اس کنویں کا تھوڑا سا پانی لائے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس میں سے کچھ پانی پیا پھر کلی کی پھر وہ پانی اسی کنویں میں ڈال دیا تو اس کنویں کا پانی میٹھا بھی ہوگیا اور زیادہ بھی ہوگیا''۔ (اخرجہ ابن سعد، ج:۵، ص:۱۴۴ کذافی حیاۃ الصحابۃ، ج:۳، ص:۶۷۹)

قصہ ۵۲ ﴿ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبت ﴾

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''میں منبر پر چڑھ کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا ''میرے نانا ابّا کے منبر سے آپ نیچے اُتر آئیں اور اپنے والد کے منبر پر تشریف لے جائیں'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، ''میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں'' یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے ساتھ بٹھا لیا، پھر وہ منبر سے اُتر کر مجھے اپنے گھر لے گئے اور مجھ سے فرمایا ''اے میرے بیٹے! تمہیں یہ کس نے سکھایا ہے؟'' میں نے کہا، ''کسی نے نہیں'' انہوں نے فرمایا ''اگر تم ہمارے پاس آیا جایا کرو تو بہت اچھا ہوگا'' چنانچہ میں ایک دن ان کے ہاں گیا تو وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے تنہائی میں بات کر رہے تھے اور میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑے ہیں، انہیں بھی اجازت نہیں ملی ہے، یہ دیکھ کر میں واپس چلا گیا۔ اس کے بعد جب ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ

سے فرمایا، ''اے بیٹے! تم ہمارے پاس آتے کیوں نہیں؟'' میں نے کہا ''میں ایک دن آیا تھا آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے تنہائی میں بات کر رہے تھے اور آپ کے بیٹے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اجازت نہیں ملی تھی تو میں نے دیکھا کہ وہ واپس چلے گئے، اس لیے میں بھی واپس آ گیا''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''نہیں! تم عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ اجازت ملنے کے حقدار ہو کیونکہ ہمارے سروں پر جو تاجِ شرافت آج نظر آ رہا ہے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کے گھرانہ کی برکت سے دیا ہے'' اور پھر میرے سر پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شفقتاً ہاتھ رکھا''۔

(عند ابن سعد و ابن راہویہ والخطیب کذا فی الکنز، ج:۷، ص:۱۰۵ و کذا فی حیاۃ الصحابۃ، ج:۲، ص:۵۷۷)

قصہ ۵۳ ﴿حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بچپن میں علمی مشغلہ﴾

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات یاد ہے؟ انہوں نے فرمایا، ''ہاں میں ایک کھڑکی پر چڑھا جس میں کھجوریں رکھی تھیں، اس میں سے ایک کھجور میں نے منہ میں رکھ لی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''اس کو پھینک دو، ہمارے لیے صدقہ کا مال جائز نہیں''۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''کسی مسلمان مرد یا عورت کو کوئی مصیبت پیش آئے پھر وہ کچھ عرصہ کے بعد اسے یاد آئے اور یاد آنے پر پھر وہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھے تو اس کو اس وقت بھی اتنا ہی ثواب پہنچے گا جتنا مصیبت کے وقت پہنچا تھا'' (اخرجہ مسلم:۹۱۹)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ ''آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بیکار کاموں میں مشغول نہ ہو''۔

(اخرجہ الترمذی:۲۲۴۰)

قصہ ۵۴ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تواضع وانکساری

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ جن اوصاف جمیلہ اور خصائل حمیدہ کے حامل تھے ان میں ایک صفت آپ کی تواضع اور عاجزی تھی۔ یہ خوبی آپ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے ہی حاصل ہوئی۔

ایک مرتبہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار گزر رہے تھے کہ غرباء کی ایک جماعت نظر آئی جو زمین میں بیٹھی روٹی کے ٹکڑے کھا رہی تھی، آپ نے ان کو سلام کیا، ان لوگوں نے کہا:

''هَلُمَّ یا ابن رسول الله''

''فرزند رسول اللہ! ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمائیے''

آپ گھوڑے سے اتر کر ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور کھانے میں شریک ہوئے، آپ نے اس موقع پر یہ آیت پڑھی:

''اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِیْنَ'' (سورۃ النمل:۲۳)

''یعنی اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا''

حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب ان لوگوں کی روٹی کے ٹکڑوں پر شرکت فرما چکے اور فارغ ہوئے تو فرمایا، ''بھائیو! آپ نے مجھے دعوت دی میں نے قبول کیا، اب آپ سب میری دعوت قبول کیجئے'' ان لوگوں نے بھی دعوت قبول کر لی اور آپ کے مکان پر آئے، جب سب آکر بیٹھے تو آپ نے فرمایا، ''رباب! جو کچھ بھی بچا ہوا محفوظ رکھا ہے اسے لے آؤ۔''

(المرتضیٰ،ص:۳۵۹،بحوالہ الجوہرۃ ج:۲،ص:۲۱۳)

قصہ ۵۵ ''حسین رضی اللہ عنہ! آسمان والوں کا محبوب ہے''

ایک مرتبہ بہت سے لوگ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے، اتفاق سے حضرت امام

حسین رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لے آئے، جب حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو فرمایا، "میں تمہیں بتاؤں کہ زمین پر رہنے والوں میں سے آج آسمان والوں کو کون سب سے زیادہ محبوب ہے، یہی جو جا رہا ہے۔" (البدایۃ والنھایۃ، ج:۸،ص:۲۲۶)

قصہ ۵۶ ﴿"حسین رضی اللہ عنہ محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"﴾

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے ہوئے لوگوں میں بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ (گھر سے) نکلے۔ ان کے گلے میں کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا جو لٹک رہا تھا اور زمین پر گھسٹ رہا تھا کہ اس میں ان کا پاؤں الجھ گیا اور وہ زمین پر چہرے کے بل گر گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اٹھانے کے لیے منبر سے نیچے اترنے لگے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو گرتے ہوئے دیکھا تو انہیں اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لے کر اٹھا لیا اور فرمایا "شیطان کو اللہ مارے، اولاد تو بس فتنہ اور آزمائش ہی ہے، اللہ کی قسم! مجھے تو پتہ ہی نہیں چلا کہ میں منبر سے کب نیچے اتر آیا، مجھے تو بس اس وقت پتہ چلا جب لوگ اس بچہ کو میرے پاس لے آئے۔ (اخرجہ الطبرانی کما قال الکاندھلویؒ فی حیاۃ الصحابۃ، ج:۲،ص:۶۱۳)

قصہ ۵۷ ﴿اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر﴾

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے باپ شریک بھائی محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہما میں کسی بات پر تلخی پیدا ہوگئی اور دونوں آپس میں ناراض ہو کر چل دیئے، محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے گھر پہنچ کر درج ذیل مضمون پر مشتمل ایک مکتوب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد بن علی کی طرف سے اس کے بھائی حسین بن علی کی طرف "سلام مسنون کے بعد..... آپ کو ایسا مقام اور مرتبہ حاصل ہے جس تک

میری رسائی ناممکن ہے، اس لیے کہ میری والدہ بنو حنفیہ کی ایک خاتون ہیں اور آپ کی والدہ فاطمۃ الزہراء دختر رسول ﷺ ہیں، اگر میری والدہ جیسی عورتوں سے زمین بھر جائے، پھر بھی آپ کی والدہ کے برابر نہیں ہو سکتیں، لہٰذا اس مقام و مرتبہ کی بناء پر میرا مکتوب پڑھتے ہی مجھے راضی کرنے میرے ہاں چلے آیئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ جس فضیلت کو پانے کے لیے آپ مجھ سے زیادہ حقدار ہیں میں اس میں پہل کر جاؤں، والسلام۔"

ادھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جب یہ خط پڑھا تو فوراً محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کے گھر آئے اور انہیں راضی کیا، باہمی رضامندی کا یہ کس قدر انوکھا انداز ہے۔

(کتابوں کی درس گاہ میں، ص: ۴۷، بحوالہ، رفیق المسلم فی الاسفار، ص: ۳۲)

قصہ ۵۸ ﴿شجاعت حسین رضی اللہ عنہ﴾

عبداللہ بن عمار جو اس جنگ میں دشمن کی طرف سے شریک تھا جس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا، وہ بیان کرتا ہے کہ "میں نے دیکھا دائیں بائیں ہر طرف سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر حملے ہو رہے تھے لیکن وہ جس طرف مڑ جاتے تھے دشمن کو بھگا دیتے تھے۔ وہ اس وقت کرتہ پہنے اور عمامہ باندھے ہوئے تھے، واللہ! میں نے کبھی کسی شکستہ دل کو جس کا گھر کا گھر خود اس کی آنکھوں کے سامنے قتل ہو گیا ہو، ایسا شجاع، ثابت قدم، مطمئن اور جری نہیں دیکھا، حالت یہ تھی کہ دائیں بائیں سے دشمن اس طرح بھاگ کھڑے ہوتے تھے جس طرح شیر کو دیکھ کر بکریاں بھاگ جاتی ہیں۔" (الامام الحسین، ص: ۹۹)

وہ شمع جو ٹکرائی ظلمات کے طوفان سے
اب صبح کے ہاتھوں ہے مہمان کوئی دم کی

قصہ ۵۹ ﴿حق وفا ہم ادا کر چلے﴾

کربلا کے مقام پر پیش آنے والے واقعہ کے دوران ایک رات حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور خطبہ ارشاد فرمایا:

''خدا کی حمد وستائش کرتا ہوں، رنج و راحت ہر حال میں اس کا شکر گزار ہوں، الٰہی! تیرا شکر! تو نے ہمارے گھرانے کو نبوت سے مشرف کیا، قرآن کا فہم عطا کیا، دین میں سمجھ بخشی اور ہمیں دیکھنے، سننے اور عبرت پکڑنے کی قوتوں سے سرفراز فرمایا:

امابعد، لوگو! میں نہیں جانتا، آج روئے زمین پر میرے ساتھیوں سے افضل اور بہتر لوگ موجود ہیں یا میرے اہلِ بیت سے زیادہ ہمدرد و غمگسار اہل بیت کسی کے ساتھ ہیں، اے لوگو! تم سب کو اللہ میری طرف سے جزائے خیر دے! میں سمجھتا ہوں کہ کل میرا ان کا فیصلہ ہو جائے گا، غور وفکر کے بعد میری رائے یہ ہے کہ تم سب خاموشی کے ساتھ نکل جاؤ۔ رات کا وقت ہے میرے اہلِ بیت کا ہاتھ پکڑ و اور تاریکی میں ادھر ادھر چلے جاؤ، میں خوشی سے تمہیں رخصت کرتا ہوں، میری طرف سے کوئی شکایت نہ ہوگی، یہ لوگ صرف مجھے چاہتے ہیں، میری جان پا کر تم سے غافل ہو جائیں گے۔''

یہ سن کر آپ کے اہلِ بیت بہت رنجیدہ اور بے چین ہوئے، حضرت عباس بن علی رضی اللہ عنہ گویا ہوئے:

''یہ کیوں؟ کیا اس لیے کہ ہم آپ کے بعد زندہ رہیں؟ خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے۔''

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مسلم بن عقیل کے رشتہ داروں کو مخاطب کرتے ہوئے

فرمایا، ''اے اولادِ عقیل! مسلم کا قتل کافی ہے تم چلے جاؤ، میں نے تمہیں اجازت دی۔''

حضرت کا یہ فرمان سن کر وہ کہنے لگے:

''لوگ کیا کہیں گے؟ یہی کہیں گے کہ تم اپنے شیخ، سردار اور عم زادوں کو چھوڑ کر بھاگ آئے، ہم نے ان کے ساتھ نہ کوئی تیر پھینکا، نہ نیزہ چلایا، نہ تلوار گھمائی، نہیں واللہ! یہ ہرگز نہیں ہوگا، ہم تو آپ پر اپنی جان و مال، آل اولاد سب کچھ قربان کر دیں گے، آپ کے ساتھ ہو کر لڑیں گے، جو آپ پر گزرے گی وہی ہم پر گزرے گی، آپ کے بعد خدا ہمیں زندہ نہ رکھے۔''

آپ کے ساتھی بھی کھڑے ہو گئے۔ مسلم بن عوسجہ اسدی نے کہا:

''کیا ہم آپ کو چھوڑ دیں گے؟ حالانکہ اب تک آپ کا حق ادا نہیں کر سکے ہیں، واللہ نہیں ہرگز نہیں، میں اپنا سینہ ان دشمنوں کے نیزہ میں توڑ دوں گا، جب تک قبضہ میں ہاتھ رہے گا تلوار چلاتا رہوں گا، نہتا ہو جاؤں گا تو پتھر پھینکوں گا، یہاں تک کہ موت میرا خاتمہ کر دے۔''

سعد بن عبداللہ الحنفی نے کہا:

''واللہ! ہم آپ کو اس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک خدا جان نہ لے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کا حق محفوظ رکھا، واللہ! اگر مجھے معلوم ہو کہ میں قتل ہو جاؤں گا، جلایا جاؤں گا، آگ میں بھونا جاؤں گا، پھر میری خاک ہوا میں اڑا دی جائے گی اور ایک مرتبہ نہیں ستر مرتبہ مجھ سے یہی سلوک کیا جائے گا، پھر بھی میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ آپ کی حمایت میں فنا ہو جاؤں۔''

زہیر بن القین نے کہا:

''بخدا اگر میں ایک ہزار مرتبہ بھی آرے سے چیرا جاؤں تو بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا، خوشا نصیب! اگر میرے قتل سے آپ کی اور آپ کے اہلِ بیت کے ان نونہالوں کی جانیں بچ جائیں۔''

(شہید اعظم اور اسوۂ حسین، ص:۲۸ بحوالہ تاریخ الطبری، ج:۳، ص:۳۱۵)

سمجھ کر، سوچ کر، راہِ وفا میں پاؤں رکھا ہے
یہ مت سمجھو کہ ہم واقف نہ تھے انجام سے پہلے

قصہ ۶۰ ﴿زبانِ رسالت سے شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی پیشین گوئی﴾

عبداللہ بن نجیؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ صفین روانگی کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ''مقام نینوٰی'' کے قریب پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا، ''اے ابوعبداللہ صبر کرنا، اے ابوعبداللہ دریائے فرات کے کنارے صبر کرنا'' (ابوعبداللہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) جب اس کی وجہ دریافت کی گئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''ایک روز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھیں اشکبار تھیں، میں نے عرض کیا، ''یا نبی اللہ! کیا کسی نے آپ کو ناراض کیا ہے؟ آپ کی آنکھیں اشکبار کیوں ہیں؟'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ابھی ابھی جبرئیل میرے پاس سے گئے ہیں اور انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ حسین (رضی اللہ عنہ) کو دریائے فرات کے کنارے قتل کیا جائے گا، میں نے جبرئیلؑ سے کہا کہ ''کیا آپ مجھے اس کی مٹی سونگھا سکتے ہیں؟'' انہوں نے کہا، ''جی ہاں'' پھر اپنے ہاتھ کو لمبا کیا اور مٹی کی مٹھی لا کر مجھے دے دی، پس میں صبر نہ کر سکا اور میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔''

(رواہ احمد فی مسندہ کما قال عبدالواحد الخیاری فی الامام الحسین رضی اللہ عنہ، ص:۴۳)

دل کا جو حال ہے لفظوں میں بیاں کیسے ہو
سانس لینا مجھے مشکل ہے فغاں کیسے ہو

قصہ ۶۱ ﴿حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا صبر واستقامت﴾

حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس رات کی صبح میرے والد شہید ہوئے تھے، میں بیٹھا تھا اور میری پھوپھی زینب میری تیمارداری کررہی تھیں، اچانک میرے والد نے خیمہ میں اپنے ساتھیوں کو دیکھا، اس وقت خیمہ میں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے غلام خولی تلوار صاف کررہے تھے اور میرے والد یہ شعر پڑھ رہے تھے:

یادھر اف لک من خلیل　　کم لک بالاشراق والاصیل

من صاحب لو طالب قتیل　　والدھر لا یقنع بالبدیل

وانما الامر الی جلیل　　وکل حی سالک سبیل

''اے زمانے تیرا برا ہو، تو کیسا بے وفا دوست ہے! صبح اور شام تیرے ہاتھوں کتنے مارے جاتے ہیں؟ زمانہ کسی کی رعایت نہیں کرتا، کسی سے عوض قبول نہیں کرتا اور سارا معاملہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، زندہ موت کی راہ پر چلا جارہا ہے۔''

تین چار مرتبہ آپ نے یہی شعر دہرائے، میرا دل بھر آیا، آنکھیں ڈبڈبا گئیں، مگر میں نے آنسو روک لیے، میں سمجھ گیا کہ مصیبت ٹلنے والی نہیں، میری پھوپھی نے یہ شعر سنے تو وہ بے قابو ہوگئیں، بے اختیار دوڑتی ہوئی آئیں اور شیون وفریاد کرنے لگیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا، ''اے بہن یہ کیا حال ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ نفس وشیطان کی بے صبریاں ہمارے ایمان واستقامت پر غالب آجائیں۔''

انہوں نے روتے ہوئے کہا، ''کیوں کر اس حالت پر صبر کیا جاسکے کہ آپ اپنے ہاتھوں قتل ہورہے ہیں؟'' آپ نے کہا ''مشیت کا ایسا ہی فیصلہ ہے'' اس پر ان کی بے قراریاں اور بڑھ گئیں اور شدتِ غم سے بے حال ہوگئیں، یہ حالت دیکھ کر آپ نے ایک طولانی تقریر صبر واستقامت پر فرمائی، آپ نے کہا:

''بہن خدا سے ڈر، خدا کی تعریف سے تسلی حاصل کر، موت دنیا میں ہر زندگی کے لیے ہے، آسمان والے بھی ہمیشہ جیتے نہ رہیں گے، ہر چیز فنا ہونے والی ہے، پھر موت کے خیال سے اس قدر رنج و بے قراری کیوں ہو؟ دیکھ ہمارے اور ہر مسلمان کے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اسوۂ حسنہ ہے، یہ نمونہ ہمیں کیا سکھلاتا ہے، ہمیں ہر حال میں صبر وثبات اور توکل و رضا کی تعلیم دیتا ہے، چاہیے کہ کسی حال میں بھی اس سے منحرف نہ ہوں۔''

(تاریخ الطبری، ج:۳،ص:۳۱۶، البدایۃ والنھایۃ، ج:۸،ص:۱۷۷)

وہ لوگ بھی ہیں جو ساحل پر طوفان سے سہمے بیٹھے ہیں
کچھ ایسے شناور بھی ہیں جنہیں ہر موج میں ساحل ملتا ہے

قصہ ۶۲ ﴿حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا دشمنوں سے خطاب﴾

واقعہ کربلا میں جب دشمن قریب آ گیا تو آپ نے اونٹنی طلب کی، سوار ہوئے، قرآن سامنے رکھا اور دشمن کی صفوں کے سامنے کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ خطبہ دیا:

''لوگو! میری بات سنو، جلدی نہ کرو، مجھے نصیحت کرنے دو، اپنا عذر بیان کرنے دو، اپنی آمد کی وجہ کہنے دو، اگر میرا عذر معقول ہو اور تم اسے قبول کر سکو اور میرے ساتھ انصاف کرو تو یہ تمہارے لیے خوش نصیبی کا باعث ہو گا اور تم میری مخالفت سے باز آ جاؤ گے، لیکن اگر سننے کے بعد بھی تم میرا عذر قبول نہ کرو اور انصاف کرنے سے انکار کر دو تو پھر مجھے کسی بات سے بھی انکار نہیں ہے، تم اور تمہارے سارے ساتھی ایکا کر لو، مجھ پر ٹوٹ پڑو، مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو، میرا اعتماد ہر حال میں صرف پروردگارِ عالم پر ہے اور وہ نیکوکاروں کا حامی ہے۔''

آپ کی اہلِ بیت نے یہ کلام سنا تو شدت تاثر سے بے اختیار ہوگئیں اور خیمہ سے آہ و بکاء کی صدا بلند ہوئی۔ آپ نے اپنے بھائی عباس اور اپنے فرزند علی کو بھیجا تا کہ انہیں خاموش کرائیں اور کہا، ''ابھی انہیں بہت رونا باقی ہے'' پھر بے اختیار پکار اٹھے، ''خدا ابن عباس کی عمر دراز کرے'' یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی۔ راوی کہتا ہے، ''یہ جملہ اس لیے آپ کی زبان سے نکل گیا کہ مدینہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو ساتھ لے جانے سے منع کیا تھا مگر آپ نے اس پر توجہ نہ کی تھی، اب ان کا جزع وفزع دیکھا تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی بات یاد آ گئی، پھر آپ نے از سرِ نو تقریر شروع کی:

''لوگو! میرا حسب و نسب یاد کرو، سوچو میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو، خوب غور کرو کیا تمہارے لیے میرا قتل کرنا اور میری حرمت کا رشتہ توڑنا روا ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کی لڑکی کا بیٹا، اس کے عم زاد کا بیٹا نہیں ہوں، کیا سید الشہداء حمزہ میرے باپ کے چچا نہیں تھے، کیا ذوالجناحین حضرت جعفر الطیار میرے چچا نہیں تھے، کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مشہور قول نہیں سنا کہ آپ میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرماتے تھے **سیدا شباب اھل الجنة**؟ (جنت میں نوعمروں کے سردار) اگر میرا یہ بیان سچا ہے اور ضرور سچا ہے کیونکہ واللہ میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد سے لے کر آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا تو بتلاؤ کیا تمہیں برہنہ تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہیے؟ اگر تم میری بات کا یقین نہیں کرتے تو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں جن سے تصدیق کر سکتے ہو، جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھو، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے پوچھو، سہیل بن سعد ساعدی سے پوچھو، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے

پوچھو، انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھو، وہ تمہیں بتائیں کے کہ انہوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے یا نہیں؟ کیا یہ بات بھی تمہیں میرا خون بہانے سے نہیں روک سکتی؟ واللہ! اس روئے زمین پر بجز میرے کسی نبی کی لڑکی کا بیٹا موجود نہیں، میں تمہارے نبی کا بلاواسطہ نواسہ ہوں، کیا تم مجھے اس لیے ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ میں نے کسی کی جان لی ہے، کسی کا خون بہایا ہے، کسی کا مال چھینا ہے؟ کہو کیا بات ہے؟ آخر میرا کیا قصور ہے؟'' (تاریخ الطبری، ج:۳،ص:۳۱۹، الکامل، ج:۳،ص:۴۱۹)

تلخ نوائی مری اس چمن میں گوارا کر
زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی

قصہ ۶۳ ﴿حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی دعا﴾

واقعہ کربلاء کے موقع پر دشمن کا لشکر آگے بڑھتا دیکھ کر آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے:

''الٰہی ہر مصیبت میں تجھ پر میرا بھروسہ ہے! ہر سختی میں تو ہی میرا پشت پناہ ہے! کتنی مصیبتیں پڑیں، دل کمزور ہو گیا، تدبیر نے جواب دیا، دوست نے بے وفائی کی، دشمن نے خوشیاں منائیں مگر میں نے صرف تجھی سے التجا کی اور تو نے ہی میری دستگیری کی، تو ہی ہر نعمت کا مالک ہے تو ہی احسان والا ہے، آج بھی تجھی سے التجا کی جاتی ہے۔''

(سیر اعلام النبلاء، ج:۳،ص:۳۰۱، تاریخ الطبری، ج:۳،ص:۳۱۸، الکامل، ج:۳،ص:۴۱۸)

پنہاں ہجومِ یاس کے پردے میں آس ہے
محسوس ہو رہا ہے کوئی دل کے پاس ہے

قصہ ۶۴ ﴿دشمنِ حسین رضی اللہ عنہ کا انجام﴾

حضرت (عبدالجبار) بن وائل یا حضرت علقمہ بن وائل کہتے ہیں، ''جو کچھ وہاں (کربلا میں) ہوا تھا میں اس موقع پر وہاں موجود تھا، چنانچہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر پوچھا، ''کیا آپ لوگوں میں حسین (رضی اللہ عنہ) ہیں؟'' لوگوں نے کہا، ''ہاں ہیں'' اس آدمی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو گستاخی کے انداز میں کہا ''آپ کو جہنم کی بشارت ہو'' حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''مجھے دو بشارتیں حاصل ہیں ایک تو نہایت مہربان رب وہاں ہوں گے، دوسرے وہ نبی وہاں ہوں گے جو سفارش کریں گے اور ان کی سفارش قبول کی جائے گی'' لوگوں نے اس شخص سے پوچھا، ''تو کون ہے؟'' اس نے کہا، ''میں ابن جویرہ یا ابن جویزہ ہوں'' حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی ''اے اللہ! اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسے جہنم میں ڈال دے'' چنانچہ اس کی سواری زور سے بدکی جس سے وہ سواری سے نیچے اس طرح گرا کہ اس کا پاؤں رکاب میں پھنسا رہ گیا اور سواری تیزی سے بھاگتی رہی اور اس کا جسم اور سر زمین پر گھسٹتا رہا جس سے اس کے جسم کے ٹکڑے گرتے رہے، اللہ کی قسم! آخر میں صرف اس کی ٹانگ رکاب میں لٹکی رہ گئی۔'' (اخرجہ الطبرانی کمافی حیاۃ الصحابۃ، ج:۳،ص:۷۲۰)

اسی نوعیت کا ایک اور واقعہ حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر پر پاخانہ کرنے کی گستاخی کی تو اس سے اُس کے گھر والوں میں پاگل پن، کوڑھ اور خارش کی وجہ سے کھال سفید ہو جانے کی بیماریاں پیدا ہو گئیں اور سارے گھر والے فقیر ہو گئے۔'' (رواہ الطبرانی وکذافی حیاۃ الصحابۃ، ج:۳،ص:۷۲۱)

قصہ ۶۵ ﴿آگ کا شعلہ﴾

عبید اللہ بن زیاد کا دربان بیان کرتا ہے کہ ''جب عبید اللہ بن زیاد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے آیا تو میں اس کے پیچھے محل میں داخل ہوا، میں نے دیکھا کہ محل میں ایک دم آگ بھڑک اٹھی جو اس کے چہرے کی طرف بڑھی اس نے فوراً اپنی آستین چہرے

کے سامنے کردی اور مجھ سے پوچھا، ''تم نے بھی آگ کا یہ شعلہ دیکھا ہے؟'' میں نے ہاں میں جواب دیا تو اس نے کہا، ''اس بات کو چھپا کر رکھنا اور کسی سے بھی اس کا تذکرہ مت کرنا۔'' (اخرجہ الطبرانی وکذافی حیاۃ الصحابۃ للکاندھلویؒ، ج:۳،ص:۷۲۱)

قصہ ۶۶ ﴿شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کی نشانی﴾

حضرت زہریؒ کہتے ہیں کہ عبدالملک نے مجھ سے کہا، ''اگر آپ مجھے یہ بتا دیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن کونسی نشانی پائی گئی تو پھر آپ واقعی بہت بڑے عالم ہیں'' میں نے کہا ''اس دن بیت المقدس میں جو بھی کنکری اٹھائی جاتی تھی اس کے نیچے تازہ خون ملتا تھا'' عبدالملک یہ سن کر کہنے لگے ''اس بات کو روایت کرنے میں میں اور آپ دونوں برابر ہیں (مجھے بھی یہ بات معلوم ہے)''۔

(اخرجہ الطبرانی وقال الھیثمی، ج:۹،ص:۱۹۶ ا رجالہ ثقات، کذافی حیاۃ الصحابۃ، ج:۳،ص:۷۲۲)

قصہ ۶۷ ﴿شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کے دن سورج گرہن﴾

حضرت ابوقبیلؒ کہتے ہیں کہ ''جب حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو اس وقت سورج کو اتنا زیادہ گرہن لگا کہ عین دوپہر کے وقت ستارے نظر آنے لگے اور ہم لوگ یہ خیال کرنے لگے کہ قیامت آگئی ہے''۔ (عندالطبرانی ایضاً کمافی حیاۃ الصحابۃ، ج:۳،ص:۷۲۲)

قصہ ۶۸ ﴿''اللہ تجھے کبھی سیراب نہ کرے''﴾

حضرت کلبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''حضرت حسین رضی اللہ عنہ پانی پی رہے تھے ایک آدمی نے انہیں تیر مارا جس سے ان کے دونوں جبڑے شل ہو گئے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا ''اللہ تجھے کبھی سیراب نہ کرے'' چنانچہ اس بددعا کے بعد وہ پانی پیتا تھا لیکن اس کی پیاس نہ بجھتی تھی، آخرکار اس نے اتنا زیادہ پانی پی لیا کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا''۔

(رواہ الطبرانی کذافی حیاۃ الصحابہ، ج ۳،ص:۷۲۱)

قصہ ۶۹ ﴿عبرتناک عذاب میں مبتلا دشمنانِ حسین رضی اللہ عنہ﴾

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، میری دادی نے مجھے بتایا کہ قبیلہ جُعفی کے دو آدمی حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھے، ان میں سے ایک کی شرمگاہ اتنی لمبی ہوگئی تھی کہ وہ اسے لپیٹا کرتا تھا اور دوسرے کو اتنی زیادہ پیاس لگتی تھی کہ مشک کو منہ لگا کر سارے کا سارا پانی پی جاتا تھا'' حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ان دونوں میں سے ایک کا بیٹا دیکھا جو بالکل پاگل نظر آرہا تھا۔''

(اخرجہ الطبرانی کما قال الکاندھلوی فی حیاۃ الصحابۃ، ج:۳،ص:۷۲۱)

قصہ ۷۰ ﴿سرخ آسمان﴾

حضرت ام حکیم رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں کہ ''جس دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اس دن میں کم عمر لڑکی تھی تو کئی دن تک آسمان خون کی طرح سرخ رہا۔''

(عندالطبرانی ایضا وفی حیاۃ الصحابۃ، ج:۳،ص:۷۲۲)

اسی نوعیت کا ایک واقعہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے، فرماتے ہیں کہ جس دن حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اس دن شام میں جو بھی پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے خون ہوتا۔'' (عندالطبرانی وفی حیاۃ الصحابۃ، ج:۳،ص:۷۲۲)

قصہ ۷۱ ﴿شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کے دن ابن عباس رضی اللہ عنہ کا خواب﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دوپہر کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور آپ پر گرد و غبار پڑا ہے اور آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے، میں نے عرض کیا، ''یہ شیشی کیسی ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اس میں حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے جسے میں صبح سے جمع کر رہا ہوں'' پھر ہم نے دیکھا تو واقعی حضرت حسین رضی اللہ عنہ اسی دن شہید ہوئے تھے۔''

(اخرجہ الخطیب فی تاریخہ، ج:۱،ص:۱۴۲، ابن عبدالبر فی الاستیعاب، ج:۱،ص:۳۸۱ والکاندھلوی فی حیاۃ الصحابۃ، ج:۳،ص:۷۲۰)

حضرات حسنین رضی اللہ عنہم
کے
مشترکہ واقعات
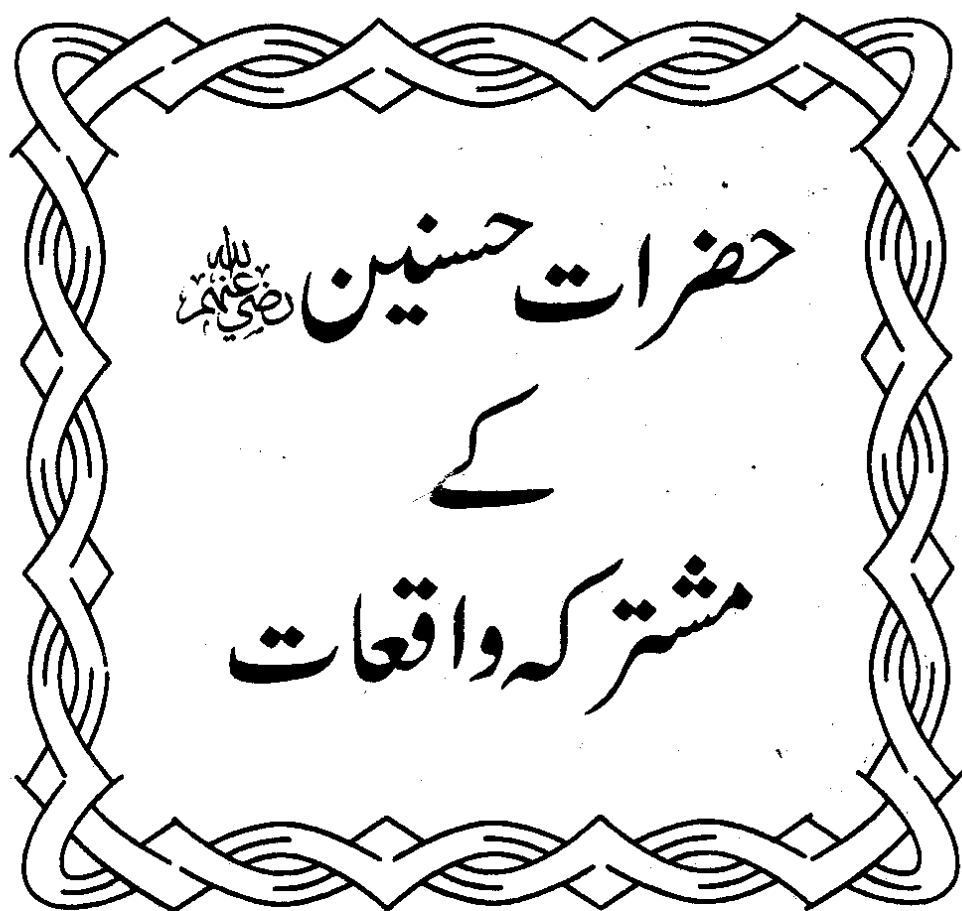
قصہ ۷۲ حصول سعادت کی ابتداء

حضرات حسنین رضی اللہ عنہ خوش بختی اور سعادت کے حصول کا ایسا بے بہا خزانہ لے کر اس دنیا میں تشریف لائے کہ کوئی فرد بشران کا ثانی بننے کی قدرت نہ پا سکا۔

مضت الدھور وَمَا اتین بمثلہٖ
وَلَقَدْ اتی فعجزن عن نظر ائہٖ

''زمانے گذر گئے لیکن اس جیسا انسان نہ لا سکے، وہ جب سے اس دنیا میں آیا زمانے اس کا ثانی لانے سے عاجز آ گئے۔''

یوں تو بہت سی سعادتیں حضرات حسنین رضی اللہ عنہ کے دامن نصیب میں آئیں لیکن امام احمدؒ کی زبانی یہ سعادت بھی سپرد قرطاس کی جاتی ہے:

عاصم بن عبید اللہ، علی بن حسین سے اور علی بن حسین، ابو رافع سے روایت کرتے ہیں کہ ''حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت کے موقع پر ان دونوں حضرات کے کان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان فرمائی۔''

(ابونعیم فی معرفۃ الصحابۃ کذا فی ''الامام الحسین'' ص:۲۲)

قصہ ۷۳ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب نونہال

حضرت عبداللہ بن بریدہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو بریدہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ دے رہے تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ دونوں حضرات سرخ قمیص اوڑھے لڑکھڑا کر چلتے ہوئے حاضر خدمت ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم (انہیں دیکھ کر) منبر سے نیچے تشریف لے آئے اور انہیں اٹھا کر اپنے سامنے بٹھا لیا، پھر ارشاد فرمایا، ''اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ ''اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ'' (یعنی تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش کی چیز ہیں) میں نے ان دونوں کو لڑکھڑا کر چلتے

ہوئے دیکھا تو میں صبر نہ کر سکا اور اپنی بات بھی پوری نہ کی اور انہیں اٹھا لیا۔“

(اخرجہ الامام الترمذی (۳۷۷۴)

قصہ ۷۴ حضرات حسنین رضی اللہ عنہ کی تعلیم و تربیت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کھجور کی اترائی کا وقت آتا تو حضور ﷺ کے پاس اتنی زیادہ مقدار میں کھجور لائی جاتی کہ کھجور کا ڈھیر سا لگ جاتا۔

ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان کھجوروں سے کھیل رہے تھے کہ ان میں سے کسی نے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں رکھ لی، حضور اقدس ﷺ نے انہیں دیکھا تو کھجور ان کے منہ سے نکال کر ارشاد فرمایا، ”کیا تو نہیں جانتا کہ آل محمد ﷺ صدقہ کا مال نہیں کھاتے۔“ (رواہ البخاری: ۱۴۸۵)

قصہ ۷۵ سب سے بڑھ کر محبوب......

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”ایک مرتبہ حضور انور ﷺ سے کسی نے پوچھا ”آپ کو اپنے گھر والوں میں سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟“ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ”حسن (رضی اللہ عنہ) اور حسین (رضی اللہ عنہ) سے“ آپ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے تھے کہ ”میرے بچوں کو لے آؤ“ جب وہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر کر دیتیں تو آپ ﷺ انہیں پیار کرتے اور انہیں سینہ انور سے لگا لیتے“۔ (رواہ الترمذی: ۳۷۷۲)

قصہ ۷۶ اولاد بزدلی اور بخل کا باعث

حضرت سعید ابی راشد، حضرت یعلی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے حضور ﷺ کے پاس آئے، حضور ﷺ نے دونوں بچوں کو سینہ سے لگایا اور فرمایا:

''اولاد بخل اور بزدلی کا باعث ہوتی ہے''۔

(رواہ احمد واسنادہ حسن، کذافی الامام الحسین، ص۔ ۳۶)

قصہ ۷۷ حضرات حسنین رضی اللہ عنہ کی بیماری کا قصہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ و حضرت حسین رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بہت بیمار ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے منت مانی کہ اگر یہ تندرست ہو جائیں تو شکرانہ کے طور پر تین تین روزے دونوں حضرات رکھیں گے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے صاحبزادوں کو صحت ہو گئی ان حضرات نے شکرانہ کے روزے رکھنے شروع فرما دیئے مگر گھر میں نہ سحر کے لئے کچھ تھا نہ افطار کے لئے، لہٰذا فاقہ پر روزہ شروع کر دیا، صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک یہودی کے پاس تشریف لے گئے جس کا نام ''شمعون'' تھا اور اس کو کہا کہ اگر تو کچھ اون دھاگہ بنانے کے لئے اجرت پر دے دے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اس کام کو کر دے گی، اس نے اون کا ایک گٹھا تین صاع جو کی اجرت طے کر کے انہیں دے دیا۔

حضرت فاطمہؓ نے اس میں سے ایک تہائی کاتا اور ایک صاع اجرت کے لے کر ان کو پیسا اور پانچ نان اس کے تیار کئے، ایک اپنا، ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا، دو دونوں صاحبزادوں کے اور ایک باندی کا جس کا نام فضہ تھا۔ روزہ میں دن بھر کی محنت مزدوری کے بعد جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر لوٹے اور کھانا کھانے کے لیے دستر خوان بچھایا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روٹی کا ٹکڑا توڑا ہی تھا کہ ایک فقیر نے دروازہ سے آواز دی کہ ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والو! میں ایک فقیر مسکین ہوں، مجھے کھانا دو، اللہ جل شانہٗ تمہیں جنت کے دستر خوان سے کھانا کھلائے''۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھانے سے ہاتھ روک لیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے مشورہ کیا، انہوں نے فرمایا، ''ضرور دے دیجئے'' لہٰذا وہ سب روٹیاں اس کو دے دی گئیں اور گھر والے سب کے سب فاقے سے رہے اور اسی

حال میں دوسرے دن کا روزہ شروع کر دیا۔

دوسرے دن پھر حضرت فاطمہؓ نے دوسری تہائی اون کی کاتی اور ایک صاع جو کا اجرت لے کر اس کو پیسا اور روٹیاں پکائیں اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر تشریف لائے اور سب کے سب کھانے کے لیے بیٹھے تو ایک یتیم نے دروازہ سے سوال کیا اور اپنی تنہائی اور فقر کا اظہار کیا، ان حضرات نے اس دن کی روٹیاں بھی اس کے حوالہ کر دیں اور خود پانی پی کر تیسرے دن کا روزہ شروع کر دیا۔

اگلے دن صبح کو حضرت فاطمہؓ نے اون کا باقی حصہ کاتا اور ایک صاع جو کا رہ گیا تھا وہ لے کر پیسا، روٹیاں پکائیں اور مغرب کی نماز کے بعد جب کھانے بیٹھے تو ایک قیدی نے آ کر آواز دی اور اپنی سخت حاجت اور پریشانی کا اظہار کیا۔ ان حضرات نے اس دن کی روٹیاں بھی اس قیدی کو دے دیں اور خود فاقہ سے رہے۔ چوتھے دن صبح کو روزہ تو تھا نہیں لیکن کھانے کو بھی کچھ نہیں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں صاحبزادوں کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے بھوک اور ضعف کی وجہ سے چلنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "تمہاری تکلیف اور تنگی دیکھ کر مجھے بہت ہی تکلیف ہو رہی ہے چلو فاطمہؓ کے پاس چلیں" حضور ﷺ حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے وہ نماز پڑھ رہی تھیں، بھوک کی شدت سے آنکھیں گڑ گئی تھیں اور پیٹ کمر سے لگ گیا تھا۔ حضور ﷺ نے ان کو اپنے سینہ سے لگایا اور حق تعالیٰ شانہٗ سے فریاد کی اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام سورۂ دہر کی آیات "وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا" (اور باوجود یہ کہ انہیں خود طعام کی خواہش اور حاجت ہے فقیروں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں) لے کر آئے اور اس پروانہ خوشنودی کی مبارکباد دی۔ (فضائل صدقات، ص: ۲۸۷)

ہر ظرف نہیں ہے اس قابل بن جائے غمِ جاناں کا امیں
سینے سے لگا لو دیوانوں یہ درد بمشکل ملتا ہے

قصہ ۷۸ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی سخاوت

ابوالحسن مدائنی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن، امام حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم حج کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں ان کے سامان کے اونٹ ان سے جدا ہو گئے۔ یہ حضرات بھوکے پیاسے چل رہے تھے کہ ایک خیمہ کے پاس سے ان کا گزر ہوا۔ اس خیمہ میں ایک بوڑھی عورت تھی۔ ان حضرات نے اس سے پوچھا کہ ہمارے پینے کی کوئی چیز تمہارے پاس موجود ہے؟ اس نے ہاں میں جواب دیا تو یہ لوگ اپنی اونٹنیوں سے اترے۔ اس بڑھیا کے پاس ایک بہت معمولی سی بکری تھی، اس کی طرف اشارہ کر کے اس نے کہا کہ ''اس کا دودھ نکال لو اور اس کو تھوڑا تھوڑا پی لو'' ان حضرات نے اس کا دودھ نکالا اور پی لیا۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ کوئی چیز کھانے کی بھی موجود ہے؟ اس بڑھیا نے کہا کہ ''یہی بکری ہے، اسی کو تم میں سے کوئی ذبح کر دے تو میں پکا دوں گی''۔ انہوں نے اس کو ذبح کیا اور اس بڑھیا نے پکا دیا۔ یہ حضرات کھا پی کر جب شام کو چلنے لگے تو انہوں نے اس بڑھیا سے کہا کہ ہم ہاشمی لوگ ہیں، اس وقت حج کے ارادہ سے جا رہے ہیں، اگر ہم زندہ سلامت واپس مدینہ پہنچ جائیں تو تُو ہمارے پاس آنا، تیرے اس احسان کا بدلہ دیں گے۔ یہ حضرات تو فرما کر چلے گئے، شام کو جب اس کا خاوند آیا تو اس بڑھیا نے ہاشمی لوگوں کا قصہ سنایا۔ وہ بہت خفا ہوا کہ تو نے اجنبی لوگوں کے واسطے بکری ذبح کر ڈالی۔ معلوم نہیں کون تھے کون نہیں تھے، پھر کہتی ہے کہ ہاشمی تھے۔ غرض وہ خفا ہو کر چپ ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد ان دونوں میاں بیوی کو جب غربت نے بہت ستایا تو یہ محنت مزدوری کی نیت سے مدینہ منورہ گئے۔ دن بھر مینگنیاں چگا کرتے تھے اور ان کو بیچ کر گزارہ کرتے۔ ایک دن وہ بڑھیا مینگنیاں چگ رہی تھی کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے دروازہ کے آگے تشریف رکھتے تھے، جب یہ وہاں سے گزری تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھ کر فوراً پہچان لیا اور اپنے غلام کو بھیج

کراس کو اپنے پاس بلوایا اور فرمایا کہ ''اللہ کی بندی کیا تو بھی مجھے پہچانتی ہے؟'' اس نے کہا، ''میں نے تو آپ کو نہیں پہچانا'' آپ نے فرمایا، ''میں تیرا وہی مہمان ہوں، دودھ اور بکری والا'' بڑھیا نے پھر بھی نہ پہچانا اور کہا، ''کیا خدا کی قسم تم وہی ہو؟'' حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''میں وہی ہوں'' یہ فرما کر آپ نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اس کے لیے ایک ہزار بکریاں خریدی جائیں، چنانچہ فوراً خریدی گئیں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اسے ان بکریوں کے علاوہ ایک ہزار دینار نقد بھی عطا فرمادیئے۔ پھر اس بڑھیا کو اپنے غلام کے ساتھ چھوٹے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ ''میرے بھائی نے کیا بدلہ عطا فرمایا؟'' اس نے کہا، ''ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دینار'' یہ سن کر اتنی ہی مقدار دونوں چیزوں کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عطا فرمائی۔ اس کے بعد اس کو حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا، انہوں نے تحقیق فرمایا کہ ان دونوں حضرات نے کیا کیا مرحمت فرمایا؟ اور جب معلوم ہوا کہ یہ مقدار ہے تو انہوں نے دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار عطا فرمائے، اور یہ فرمایا کہ ''اگر تو پہلے مجھ سے مل جاتی تو میں اس سے بہت زیادہ عطا کرتا''۔ یہ بڑھیا چار ہزار بکریاں اور چار ہزار دینار لے کر خاوند کے پاس پہنچی اور کہا کہ ''یہ اس ضعیف اور کمزور بکری کا بدلہ ہے۔''

(فضائل صدقات، ص:۷۰۱ الحسن والحسین، ص:۱۹، الامام الحسین، ص:۸۰)

قصہ ۷۹ ان کا محبّ میرا محبوب ہے

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے کسی کام کے سلسلہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ کھٹکھٹایا، آپ باہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میں نے کوئی ایسی چیز مشاہدہ کی جسے میں سمجھ نہ سکا کہ یہ کیا چیز ہے، جب میں اپنے کام سے فارغ ہوا تو میں نے عرض کیا، ''یا رسول اللہ! آپ پر یہ کیا چیز ہے؟'' جب آپ نے کپڑا اٹھایا تو یہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما تھے، پھر

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''یہ میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اور ان سے محبت کرنے والوں سے بھی محبت کرتا ہوں۔''

(ورواہ الترمذی (۳۷۶۹) کذافی الامام الحسین، ص: ۵۳ و خاندان نبوی کے چشم و چراغ، ترجمہ ابناء النبی، ص: ۱۷۴)

قصہ ۸۰ ﴿اے اللہ تو ان سے محبت فرما!﴾

حضرت عدی بن ثابت، حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو فرمایا ''اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، لہٰذا تو بھی ان دونوں سے محبت فرما۔''

قصہ ۸۱ ﴿حضرات حسنین رضی اللہ عنہ دوش مبارک پر﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لانے کے لیے گھر سے باہر نکلے، اس حال میں کہ آپ کے ساتھ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ایک کندھے پر سوار تھے اور حضرات حسین رضی اللہ عنہ دوسرے پر............ حضور اقدس ﷺ کبھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پیار کرتے اور کبھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو............ اسی حال میں حضرت محمد ﷺ ہمارے پاس تشریف لے آئے۔ ایک آدمی نے کہا ''یا رسول اللہ! آپ کو ان دونوں سے محبت ہے؟'' حضور ﷺ نے فرمایا، ''جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔''

(اخرجہ احمد فی فضائل الصحابۃ وصححہ الحاکم ووافقہ الذھبی ولہ شواھد، کذافی الامام الحسین رضی اللہ عنہ، ص: ۳۶)

قصہ ۸۲ ﴿حضور ﷺ کے لمبے سجدے﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات ایسا ہوتا کہ حضور ﷺ سجدہ فرماتے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ آ کر حضور ﷺ کی کمر مبارک پر چڑھ جاتے۔ ایک

مرتبہ کسی نے پوچھا، ''یا نبی اللہ! آپ نے سجدوں کو لمبا فرمایا (خیریت تو تھی یا وحی نازل ہوئی ہے؟)'' آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا، ''میرے بچے میرے اوپر سوار ہو گئے تھے اور مجھے یہ بات ناگوار محسوس ہوئی کہ میں جلدی کروں۔'' (کیونکہ جلدی کرنے سے انہیں تکلیف ہوتی)۔ (رواہ ابو یعلیٰ ورجالہ ثقات۔ کما قال عبدالواحد الخیاری الندوی فی الامام الحسین، ص:۳۶)

قصہ ۸۳ ﴿حضور ﷺ کا حضرات حسنین رضی اللہ عنہ کو بیعت فرمانا﴾

حضرت زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سلیمان بن داوردی نے ہم سے بیان کیا اور انہوں نے جعفر بن محمد سے اور جعفر بن محمد نے اپنے والد گرامی کے حوالہ سے بیان کیا کہ ''رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو اس حال میں بیعت فرمایا کہ وہ سب چھوٹے بچے تھے اور چھوٹے بچوں میں حضور اقدس ﷺ نے صرف انہی بچوں کو بیعت فرمایا۔''

(البدایۃ والنہایۃ، ج:۸، ص:۲۲۶)

چشمِ ساقی تو نے رگ رگ میں وہ بھر دی بجلیاں
دار تک اب تیرے دیوانے مچلتے جائیں گے

قصہ ۸۴ ﴿''تمہاری سواری بہت اچھی ہے''﴾

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اکرم ﷺ نماز پڑھاتے تھے تو سجدہ کے دوران ننھے حضرات حسنین رضی اللہ عنہ کود کر آنحضرت ﷺ کی کمر مبارک پر چڑھ جاتے، جب کچھ لوگوں نے ان بچوں کو روکنا چاہا کہ انہیں حضور ﷺ تک جانے سے منع کر دیں تو حضور ﷺ نے انہیں اشارہ فرمایا کہ ان بچوں کو آنے دو۔ جب حضور ﷺ نے نماز پوری فرمائی تو ان دونوں ننھے بچوں کو اپنی گود میں بٹھالیا اور ارشاد فرمایا، ''جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے اسے چاہیے کہ ان دونوں بچوں سے محبت کرے۔'' ایک روایت میں آتا ہے

کہ اس موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا، "تمہاری سواری بہت اچھی ہے۔"

(اخرجہ الطبرانی فی الاوسط کذا فی الامام الحسین، ص: ۳۸ و رواہ الترمذی الروایۃ الاولی ۳۶۶۶)

مذکورہ قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور ﷺ نے نماز کے دوران صحابہ کرام کو اشارہ فرمایا کہ ان بچوں کو میری طرف آنے دو، اس ضمن میں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اوائلِ اسلام میں نماز میں بات چیت کرنا جائز تھا لیکن بعد میں اسے منسوخ کر دیا گیا اور نماز میں گفتگو کرنے کو ممنوع قرار دے دیا گیا۔ اس قسم کے اور واقعات بھی کتب احادیث میں ملتے ہیں، ان سب کی یہی توجیہ کی جائے گی۔

قصہ ۸۵ ﴿حضور ﷺ کی دعا﴾

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور ﷺ نے دونوں ننھے بچوں کو اپنی گود مبارک میں بٹھا لیا اور دونوں کا بوسہ لیا۔ پھر ایک ہاتھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا اور دوسرے سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو۔ پھر ان سب پر ایک سیاہ چادر ڈال کر دعا فرمائی:

"اے اللہ یہ سب تیرے حوالہ ہیں تو انہیں جہنم کے حوالہ نہ کر"

(اخرجہ احمد فی مسندہ: ۲۵۳۲۹)

قصہ ۸۶ ﴿واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی پونجی﴾

حضرت ابو عمار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں کچھ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا اور انہیں کچھ برا بھلا کہہ دیا، جب وہ لوگ کھڑے ہو کر چلے گئے تو مجھ سے فرمایا" تم ذرا بیٹھے رہو میں اس ہستی کے بارے میں کچھ بتاتا ہوں جسے انہوں نے بُرا بھلا کہا ہے، ایک دن میں حضور ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم آئے،

آپ ﷺ نے ان پر اپنی چادر ڈال کر یہ دعا فرمائی:

"اے اللہ یہ میرے گھر والے ہیں ان سے ناپاکی کو دور کر دے اور اُنہیں پاک فرما"۔

میں نے عرض کیا، "میں بھی!" حضور ﷺ نے فرمایا، "تم بھی"۔ حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میرے دل کو حضور ﷺ کے اس فرمان پر تمام اعمال سے زیادہ اعتماد ہے، اور ایک روایت میں یہ ہے کہ مجھے حضور ﷺ کے اس فرمان سے سب سے زیادہ اُمید ہے"۔ (اخرجہ الطبرانی وکذا فی حیاۃ الصحابۃ للکاندھلویؒ، ج ۳، ص: ۳۶۵)

قصہ ۸۷ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی کرامت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ رہے تھے۔ حضور ﷺ جب سجدے میں جاتے تو حضرت حسین اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کود کر آپ کی پیٹھ مبارک پر چڑھ جاتے، جب آپ سجدے سے سر اُٹھاتے تو نرمی سے پکڑ کر ان دونوں کو پیٹھ سے اُتار دیتے۔ آپ جب دوبارہ سجدے میں جاتے تو یہ دونوں پھر چڑھ جاتے۔ حضور ﷺ نے جب نماز پوری کر لی تو دونوں کو اپنی ران پر بٹھا لیا، میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا "یارسول اللہ! ان دونوں کو گھر چھوڑ آؤں؟" اتنے میں بجلی چمکی تو حضور ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا: "اپنی ماں کے پاس چلے جاؤ" جب تک یہ دونوں حضرات اپنی والدہ کے پاس پہنچتے بجلی کی روشنی جوں کی توں رہی"۔

(اخرجہ احمد، قال الہیثمی (ج:۹ ص:۱۸۱) رواہ احمد والبزار باختصار، واخرجہ البیہقی عن ابی ہریرۃ نحوہ کما فی البدایۃ (ج:۶ ص:۱۵۲) کذا فی حیاۃ الصحابہ ج:۳ ص:۶۶۶)

قصہ ۸۸ اہلِ بیت کے کھانے میں برکت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کئی دن تک حضور ﷺ کو کھانے کو کچھ نہ ملا۔ جب بھوک نے حضور ﷺ کو بہت زیادہ ستایا تو آپ ﷺ اپنی تمام ازواجِ مطہرات کے گھروں میں

تشریف لے گئے لیکن آپ ﷺ کو کسی کے ہاں کھانے کو کچھ نہ ملا، پھر آپ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا: ''اے بیٹی! کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ کیونکہ مجھے بہت بھوک لگی ہوئی ہے'' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اللہ کی قسم! کچھ نہیں ہے''۔

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں سے تشریف لے گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ایک پڑوسن نے ان کے ہاں دو روٹیاں اور گوشت کا ایک ٹکڑا بھیجا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کھانا لے کر اپنے ایک پیالے میں رکھ دیا اور اپنے دل میں کہا: اللہ کی قسم! میں یہ کھانا حضور ﷺ کو کھلاؤں گی، نہ خود کھاؤں گی نہ اپنے بچوں کو کھلاؤں گی، حالانکہ یہ سب بھوکے تھے اور پیٹ بھر کر کھانے کی انہیں بھی ضرورت تھی، انہوں نے حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ میں سے ایک کو حضور ﷺ کی خدمت میں بلانے بھیجا، حضور ﷺ حضرت فاطمہؓ کے ہاں دوبارہ تشریف لے آئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اللہ نے کچھ بھیجا ہے جو میں نے آپ کے لیے چھپا رکھا ہے'' آپ ﷺ نے فرمایا ''بیٹا! لے آؤ۔'' حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں ''میں وہ پیالہ لے آئی، اسے کھولا تو میں دیکھ کر حیران رہ گئی کیونکہ سارا پیالہ روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا تھا، میں سمجھ گئی یہ برکت اللہ کی طرف سے ہوئی ہے، میں نے اللہ کی تعریف کی اور اس کے نبی پر درود بھیجا اور کھانا حضور ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ جب حضور ﷺ نے کھانا دیکھا تو فرمایا، ''الحمد للہ! اے بیٹا! یہ کھانا تمہیں کہاں سے ملا؟'' میں نے کہا، ''اے ابا جان! یہ کھانا اللہ کے ہاں سے آیا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے اس کو بے حساب اور بے گمان روزی دیتا ہے'' آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی اور فرمایا، ''اے بیٹی! تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے تجھے بنی اسرائیل کی عورتوں کی سردار (حضرت مریم علیہا السلام) کے مشابہ بنایا ہے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ انہیں روزی دیتے اور ان سے اس روزی کے بارے میں پوچھا جاتا تو وہ

کہتیں، ”یہ رزق اللہ کے پاس سے آیا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے اسے بے حساب اور بے گمان روزی دیتا ہے۔“ پھر حضور ﷺ نے آدمی بھیج کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، پھر حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کی ازواج مطہرات نے اور آپ ﷺ کے تمام گھر والوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں، ”سب کے کھا لینے کے بعد بھی کھانا جوں کا توں باقی تھا اور وہ بچا ہوا کھانا تمام پڑوسیوں کو پورا آ گیا۔ اس کھانے میں اللہ نے بڑی خیر و برکت ڈالی۔“

(نقلہ ابن کثیر فی تفسیرہ، ج:۱، ص:۳۶۰)

قصہ ۸۹ ﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہ کو جوڑے پہناتے ہیں﴾

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد حضرت محمد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یمن سے جوڑے آئے جو انہوں نے لوگوں کو پہنا دیئے، شام کو لوگ وہ جوڑے پہن کر آئے، اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ قبر اطہر اور منبر شریف کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگ ان کے پاس آ کر ان کو سلام کرتے اور ان کو دعائیں دیتے۔ اتنے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنی والدہ حضرت فاطمہؓ کے گھر سے نکلے اور لوگوں کو پھلانگتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے اور ان کے جسم پر ان جوڑوں میں سے کوئی جوڑا نہیں تھا، یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ غمگین اور پریشان ہو گئے اور آپ کی پیشانی پر بل پڑ گئے اور فرمایا ”اللہ کی قسم! تم لوگوں کو جوڑے پہنا کر مجھے خوشی نہیں ہوئی“ (کیونکہ حضور ﷺ کے نواسوں کو تو نہیں پہنا سکا) لوگوں نے عرض کیا، ”اے امیر المومنین! آپ نے اپنی رعایا کو جوڑے پہنا کر اچھا کیا ہے“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، ”میں اس وجہ سے پریشان ہوں کہ یہ دو لڑکے لوگوں کو پھلانگتے ہوئے آ رہے تھے اور ان کے جسم پر ان جوڑوں میں سے کوئی جوڑا نہیں ہے، یہ جوڑے ان دونوں سے بڑے ہیں اور یہ دونوں ان جوڑوں سے چھوٹے ہیں“

(اس وجہ سے ان کو جوڑے نہیں دیئے) پھر انہوں نے یمن کے گورنر کو خط لکھا کہ حضرت حسن اور حضرت حسین کے لیے جلدی سے دو جوڑے بھیجو، چنانچہ انہوں نے دو جوڑے بھیجے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں حضرات کو پہنا دیئے۔''

(کنز العمال، ج:۷،ص:۱۰۶، حیاۃ الصحابۃ، ج:۲،ص:۲۷۰)

قصہ۹۰ ﴿حضرات حسنین رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول کرتے ہیں﴾

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو گود میں اٹھائے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں۔ ان کے ہاتھ میں ایک ہانڈی تھی جس میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لیے گرم گرم کھانا تھا۔ حضرت فاطمہؓ نے جب وہ ہانڈی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ابو حسن یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟'' حضرت فاطمہؓ نے کہا، ''گھر میں ہیں'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا لیا (جب وہ آ گئے تو) حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم (پانچوں مل کر) کھانے لگے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کھانے کے لیے نہ بلایا حالانکہ اس سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھاتے تو مجھے ضرور بلاتے تھے، کھانے سے فارغ ہو کر آپ نے ان سب پر اپنی چادر ڈال دی اور فرمایا:

''اے اللہ! جوان سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی کر اور جو ان سے دوستی کرے تو اس سے دوستی کر۔''

(اخرجہ ابو یعلی وقال الہیثمی واسنادہ جید کذا فی حیاۃ الصحابۃ، ج:۲،ص:۴۸۷)

قصہ۹۱ ﴿''میں ان دونوں سے محبت کیوں نہ کروں''﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مرض الوفات میں مروان ان کے پاس آیا اور اس نے کہا ''جب سے ہم آپ کے ساتھ رہ رہے ہیں اس وقت سے آج تک مجھے آپ کی کسی

بات پر غصہ نہیں آیا، بس اس بات پر غصہ آیا ہے کہ آپ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے بہت محبت کرتے ہیں، یہ سنتے ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سمٹ کر بیٹھ گئے اور فرمایا ''میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ ہم لوگ ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، راستہ میں ایک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی وہ دونوں اپنی والدہ کے ساتھ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیزی سے چل کر ان کے پاس پہنچے اور فرمایا، ''میرے بیٹوں کو کیا ہوا؟'' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا، ''پیاس کی وجہ سے رو رہے ہیں'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے مشکیزہ کی طرف ہاتھ بڑھا کر پانی دیکھا (لیکن اس میں پانی نہیں تھا) اس دن پانی بہت کم تھا اور لوگوں کو تھوڑا تھوڑا پانی مل رہا تھا، لوگ بھی پانی تلاش کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا، ''کسی کے پاس پانی ہے؟'' اس اعلان پر ہر آدمی نے اپنے پیچھے مشکیزہ کو ہاتھ لگا کر دیکھا کہ اس میں پانی ہے یا نہیں، لیکن کسی کو بھی پانی کا ایک قطرہ نہ ملا، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''(اے فاطمہ رضی اللہ عنہا) ایک بچہ مجھے دے دو'' انہوں نے پردے کے نیچے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بچہ دے دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ کو لے کر اپنے سینہ سے لگایا وہ بچہ رو رہا تھا چپ نہیں کر رہا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک باہر نکالی تو وہ بچہ اسے چوسنے لگ گیا اور چوستے چوستے چپ ہو گیا اور مجھے اس کے رونے کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی (اس نے رونا چھوڑ دیا تھا) دوسرا بچہ ویسے ہی رو رہا تھا چپ نہیں کر رہا تھا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''یہ دوسرا بھی مجھے دے دو'' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دوسرا بچہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لے کر اس کے ساتھ بھی ویسے ہی کیا وہ بھی چپ ہو گیا اور مجھے کسی کے رونے کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چلنے کا حکم صادر فرمایا، چنانچہ عورتوں کی وجہ سے ہم ادھر ادھر چلے گئے (تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواتین کے ساتھ ہمارا اختلاط نہ ہو، ہم لوگ وہاں سے چل دیئے اور) راستہ کے درمیانی حصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دوبارہ جا ملے۔ جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ یہ مشفقانہ رویہ دیکھا ہے تو میں ان دونوں سے محبت کیوں نہ کروں۔''

(اخرجہ الطبرانی وقال الہیثمی (ج:۹،ص:۱۸۱) رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات، کذافی حیاۃ الصحابۃ للکاندھلویؒ، ج:۲،ص:۵۷۹)

اِک بار ان آنکھوں نے بھی دیکھی وہ بہاریں
گلرنگ رہے قلب و نظر جن سے خزاں تک

قصہ ۹۲ ﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ کھجوریں جمع کرتے ہیں﴾

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ”میرے بیٹے حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) کہاں ہیں؟“ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ”ہم نے اس حال میں صبح کی کہ گھر میں چکھنے کو کچھ نہیں تھا، لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ان دونوں کو لے جاتا ہوں، تیرے پاس کچھ نہیں اس لیے مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ رونا نہ شروع کردیں“۔ چنانچہ وہ ان دونوں کو لے کر فلاں یہودی کے پاس گئے ہیں“ حضرت فاطمہؓ نے اس یہودی کا نام بھی ذکر کیا۔ جب آنحضرت ﷺ نے یہ بات سنی تو اس یہودی کے پاس تشریف لے گئے تاکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کھجور کے ایک درخت کے نیچے پانی میں کھیل رہے ہیں اور ان کے سامنے کچھ کھجوریں رکھی ہوئی ہیں۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، ”اے علی! گرمی تیز ہونے سے پہلے بچوں کو گھر کیوں نہیں لے جاتے؟“ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، ”ہم نے اس حال میں صبح کی کہ گھر میں کھانے کو کچھ بھی نہ تھا، یا رسول اللہ! اگر میں فاطمہؓ کے لیے بھی کچھ کھجوریں جمع کرلوں تو اچھا ہوگا“ چنانچہ حضور ﷺ بیٹھ گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے کچھ کھجوریں جمع کرکے انہیں ایک تھیلی میں ڈال دیا اور حضور ﷺ کے پاس آگئے۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھا لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھایا اور گھر کی جانب چل دیئے۔

(حضرت علیؓ کے سو قصے، بحوالہ الترغیب والترھیب، ج ۴،ص ۱۱۸، مجمع الزوائد، ج ۱۰،ص ۳۱۶)

قصہ ۹۳ ﴿تین آدمی ایک سواری﴾

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو آپ ﷺ کے خاندان کے بچے آپ ﷺ کے استقبال کے لیے مدینہ سے باہر جاتے، چنانچہ ایک مرتبہ آپ ﷺ ایک سفر سے واپس تشریف لائے تو مجھے گھر والے پہلے باہر لے گئے تو مجھے آپ ﷺ نے اپنے آگے بٹھالیا، پھر لوگ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دو بیٹوں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما میں سے ایک کو لائے، انہیں حضور ﷺ نے اپنے پیچھے بٹھالیا تو اس طرح ہم تین آدمی ایک سواری پر سوار مدینہ میں داخل ہوئے۔" (اخرجہ ابن عساکر کذا فی حیاۃ الصحابہ، ج:۲،ص:۸۷۱)

قصہ ۹۴ ﴿"تم دونوں بہت اچھا بوجھ ہو"﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضور ﷺ اپنے دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں پر چل رہے ہیں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی کمر پر بیٹھے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے "تم دونوں کا اونٹ بہت عمدہ ہے اور تم دونوں بہت اچھا بوجھ ہو۔" (حیاۃ الصحابۃ، ج:۲،ص:۸۷۲)

قصہ ۹۵ ﴿حضرات حسنین رضی اللہ عنہ اور کالا ناگ﴾

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت امّ ایمن رضی اللہ عنہا آئیں اور انہوں نے کہا "یارسول اللہ! حسن اور حسین رضی اللہ عنہم گم ہوگئے ہیں" اس وقت دن چڑھ چکا تھا، حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا، "اٹھو اور میرے دونوں بیٹوں کو تلاش کرو، چنانچہ ہر آدمی نے اپنا راستہ لیا اور چل پڑا اور میں حضور ﷺ کا راستہ لے کر چل پڑا، حضور ﷺ چلتے رہے یہاں تک کہ ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچ گئے تو دیکھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ دونوں ایک دوسرے سے چمٹے

ہوئے کھڑے ہیں اور پاس ہی ایک کالا ناگ اپنی دم پر کھڑا ہے جس کے منہ سے آگ کی چنگاریاں نکل رہی ہیں (غالباً اللہ نے ناگ بھیجا تا کہ بچوں کو آگے جانے سے روک دے) حضور ﷺ اس ناگ کی طرف بڑھے، اس ناگ نے حضور ﷺ کو مڑ کر دیکھا اور چل پڑا اور ایک سوراخ میں داخل ہو گیا۔ پھر حضور ﷺ دونوں کے پاس گئے اور دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا اور دونوں کے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا، ''میرے ماں باپ تم دونوں پر قربان ہوں، تم دونوں اللہ کے ہاں کتنے قابلِ اکرام ہو'' پھر ایک کو دائیں کندھے پر اور دوسرے کو بائیں کندھے پر بٹھا لیا۔ میں نے کہا، ''تم دونوں کو خوشخبری ہو کر تمہاری سواری بہت عمدہ ہے'' حضور ﷺ نے فرمایا، ''یہ دونوں بہت عمدہ سوار ہیں اور ان کے والدان دونوں سے بہتر ہیں۔'' (کنز العمال، ج:۷، ص:۱۰۷)

قصہ ۹۶ ﴿میرے دو پھول﴾..........

حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ دونوں آپ ﷺ کے سینہ مبارک پر چڑھے کھیل رہے تھے، میں نے عرض کیا، ''یا رسول اللہ! کیا آپ ان دونوں سے اس درجہ محبت کرتے ہیں؟'' حضور ﷺ نے فرمایا، ''کیوں نہیں، یہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں۔'' (المرتضیٰ، ص:۳۵۸)

قصہ ۹۷ ﴿حضرات حسنین رضی اللہ عنہ کی تمنا﴾

حضرت سعید بن عمروؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا، ''میری تمنّا یہ ہے کہ دل کی جو مضبوطی آپ کو عطا ہوئی ہے اس کا کچھ حصہ مجھے بھی نصیب ہو جائے'' یہ سن کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''میری خواہش یہ ہے کہ زبان کی کشادگی وتاثیر جو آپ کو عطا ہوئی ہے اس کا کچھ حصہ مجھے بھی حاصل ہو جائے۔''

(الامام الحسین، ص:۸۰)

قصہ ۹۸ ﴿حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی وارث﴾

حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں کہ وہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو لے کر حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کیا ''یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں انہیں کسی چیز کا وارث بنا دیجئے'' لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''حسن رضی اللہ عنہ کے لیے میری ہیبت اور سرداری ہے اور حسین رضی اللہ عنہ کے لیے میری بہادری اور سخاوت ہے۔''

(الامام الحسین، ص: ۸۲)

قصہ ۹۹ ﴿نوجوانانِ جنت کے سردار﴾

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے اپنی والدہ سے عرض کیا کہ ''آپ مجھے اجازت دے دیجئے کہ میں آج مغرب کی نماز جا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھوں اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کروں کہ وہ میرے اور آپ کے لیے بخشش و مغفرت کی دعا فرمائیں، چنانچہ میری والدہ نے مجھے اجازت دیدی اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد نوافل پڑھتے رہے، یہاں تک کہ پھر عشاء کی نماز پڑھی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر گھر کی طرف چلے تو میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آواز سن لی، چنانچہ فرمایا ''کون ہے، کیا حذیفہ ہے؟'' میں نے عرض کیا، ''جی ہاں'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کیا ضرورت پیش آئی، اللہ تمہیں اور تمہاری والدہ کو بخش دے، یہ ایک فرشتہ ہے جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا، اس فرشتے نے اپنے پروردگار سے اس بات کی اجازت لی ہے کہ زمین پر آ کر مجھ کو سلام کرے اور مجھ کو یہ خوشخبری سنائے کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔''

(رواہ الترمذی کذا فی المشکوۃ، ص: ۵۷۰)

قصہ ۱۰۰ ﴿حضرات حسنین رضی اللہ عنہ کا اندازِ تبلیغ﴾

ایک مرتبہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہم دریائے فرات کے کنارے وضو کر رہے تھے کہ ایک بڑی عمر کے شخص کو دیکھا کہ انہوں نے جلدی جلدی وضو کیا اور اسی طرح نماز بھی پڑھ لی، حضرات حسنین رضی اللہ عنہم نے اس بات کا ارادہ کیا کہ انہیں وضو اور نماز کا مسنون طریقہ سمجھائیں لیکن ان کی عمر کی بناء پر حیا مانع ہوئی، لہٰذا ان حضرات نے اسے سکھانے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اُن کے پاس جا کر عرض کرنے لگے کہ ''ہم آپ کے سامنے وضو کر کے نماز پڑھتے ہیں اگر اس میں کوئی خامی ہو تو آپ ہمیں سمجھا دیجئے'' لہٰذا حضرات حسنین رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے وضو کیا اور پھر مکمل آداب اور سنتوں کی رعایت کر کے نماز پڑھی۔ وہ بڑے میاں ان حضرات کی نماز سے بہت متاثر ہوئے اور اپنی خامی پر آگاہ ہوئے اور دوبارہ سنت کے مطابق وضو کیا اور نماز پڑھی۔ (تراشے،ص: بحوالہ مناقب الامام الاعظم، للکردری ص:۳۹، ج:۲)

تمت بالخیر: ابن سرور محمد اویس

یکم شوال ۱۴۲۶ھ ۱۴ اکتوبر ۲۰۰۵ء

مراجع ومصادر

۱۔ تفسیر ابن کثیر حافظ محمد اسماعیل ابن کثیرؒ۔

۲۔ تفسیر معارف القرآن، مفتی محمد شفیع صاحبؒ۔

۳۔ حیاۃ الصحابہؓ، مولانا یوسف کاندھلویؒ۔

۴۔ البدایۃ والنہایۃ، علامہ ابن کثیرؒ۔

۵۔ الجامع الصحیح للبخاریؒ، محمد بن اسماعیل بخاریؒ۔

۶۔ الجامع الصحیح للمسلمؒ، ابوالحسین مسلم بن حجاجؒ۔

۷۔ سنن الترمذیؒ، محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ۔

۸۔ سنن النسائیؒ، عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائیؒ۔

۹۔ سنن ابی داؤدؒ، سلیمان بن اشعثؒ۔

۱۰۔ سنن ابن ماجہ، محمد بن یزید بن ماجہ

۱۱۔ مسند الامام احمدؒ، امام احمد بن حنبلؒ۔

۱۲۔ تہذیب التہذیب، ابن حجر عسقلانی۔

۱۳۔ کنز العمال، علی المتقی برہان پوری۔

۱۴۔ فضائل اعمال۔ شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ۔

۱۵۔ فضائل صدقات، شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ۔

۱۶۔ المرتضیٰؓ، مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ۔

۱۷۔ الحسن والحسینؓ، محمد رضا۔

۱۸۔ الامام الحسینؓ، عبدالواحد الخیاری السجلماسی السلجمانی الندوی۔

۱۹۔ شہیدِ اعظم اور اسوۂ حسینؓ، مولانا ابوالکلام آزادؒ۔

۲۰۔ تراشے، مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہٗ۔

۲۱۔ کتابوں کی درسگاہ میں، ابن الحسن عباسی۔

۲۲۔ خاندان نبوی ﷺ کے چشم وچراغ ترجمہ ابناء النبیؐ، ابراہیم محمد حسن الجمل۔

۲۳۔ کیفیات، محمد زکی کیفیؒ۔

آیات قرآنی کے
شان نزول

اردو ترجمہ
لباب النقول

بیت العلوم